

تذکرہ

ہندو شعرائے بہار

مرتبہ

فصیح الدین بھٹی

||

نیشنل بک سنٹر ڈالٹن گنج پلامو

قیمت چار روپے پچیس نئے پیسے

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



تذکرہ ہندو شعرائے بہار

جس میں

صوبہ بہار کے متقدمین، متوسطین اور متاخرین یعنی دور حاضر تک
کے فارسی اور ریختہ گو ہندو شعراء کے تذکرے اور کلام بڑی جستجو
سے فراہم کر کے مستند تذکروں کے ضروری حوالوں کی بنا پر جمع کئے گئے ہیں



مترجمہ
فصیح الدین لمحنی

نیشنل بک سینٹر - ڈالہاؤس گنج - پلا مو

بار اول

قیمت

چار روپے ۲۵ نئے ایسے

احوال ضروری 129955

سطور ذیل میں بجز احوال ضروری کچھ بھی نہیں۔ اسلئے کہ نہ تو یہ اس کتاب کا مقدمہ ہے اور نہ صاحب کتاب کا تعارف۔ مقدمہ تو مرحوم مولف نے تالیف کتاب کے بعد ہی سپرد قلم فرمایا تھا جو اس کتاب کی اہمیت کا ضمانت دار ہے۔ رہی بات تعارف کا۔ تو یہ ظاہر ہے کہ تعارف اسی اہل قلم کا ہوتا ہے جو اس مخصوص فنکار سے بلند پایہ نہ ہوتے ہیں بلکہ ضرور ہوں۔ راقم الحروف اس کا اہل ہی نہیں۔ بھڑ بھی چند سطور اسلئے سپرد تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ مرحوم ہستی عظیم و جاوید حسین کے علمی و ادبی کارناموں کا علم و ادب مرہونِ منت ہے اس کے ذاتی حالات سے اہل ذوق پورے طور پر آگاہ نہیں ہو سکے ہیں۔

والد مرحوم حضرت فصیح الدین، مخی کا سین ولادت ۱۸۸۵ء فروری ۱۵ء انوار سب دق
۱۳ مارچ ۱۹۶۲ء ہے۔ ان کی سوانح حیات بہر صورت دلچسپیوں سے بھرپور ہے جو انہیں ایک ہم پسند سیاح، مالکِ سرحدی، ایک کامیاب معلم، ایک مقبول انیسر، ایک وسیع النظر عالم، ایک برباک فنکار، ایک عامل جستجو محقق، ایک صاحبِ گونا گوند، ایک انصاف پسند روح اور ایک فزق شناس انسان ثابت کرتی ہے۔ ان کی زندگی کے سر پہ پورے ہر دست خوشی ڈالنے کی گنجائش نہیں۔ قدرت کو منظور ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی سوانح حیات قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا جو ابھی تحریری منازل میں ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی ڈگریاں رکھنے والے فرد تو نہیں تھے لیکن ان کے سپرد کم و بیش ہمیشہ کام ایسے ہی آئے جن کے لئے عموماً لمبی چوڑی ڈگریوں کے افراد کا انتخاب ہوتا ہے۔ مثلاً ۱۹۷۰ء میں اپنے والد محترم ڈاکٹر حیات الدین مخی مرحوم کی اچانک موت کے سبب اپنا تعلیمی سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رکھنے کے باوجود زیادہ عرصہ تک قائم نہ رکھ سکے۔ ویسے سو گوارا حوالی میں یہی کیا کم تھا کہ کسی طرح کلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس کا امتحان امتیازی انسان سے پاس کیا۔ ۱۹۷۱ء میں منتفی فاضل کا امتحان مزید امتیازی انسان سے پاس کرنے کے بعد ۱۹۷۱-۷۲ء کے لگ بھگ یونیورسٹی اسکول کر کی میں اردو فارسی کے معلم کی حیثیت سے ان کا تقرری ہوئی اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۷۳-۷۴ء کے لگ بھگ فور شوپم کلکتہ میں سولی کی۔ اسی اثنا میں جزیرہ فی جی کی سیر کا موقع ملا۔ چنانچہ حکومت فی جی کی عدالت عالیہ (SUPREME COURT) میں ترجمان کا عہدہ (مبوض) مبلغ ایک سو چالیس پونڈ ماہانہ تنخواہ) سنبھالا۔ خرابی صحت کے سبب ہاں سے بھی ایس آئی آر۔ چنانچہ قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد بارہ بار میں بھی کوآپریٹو سوسائٹیٹر کھیتی باشت

دیپارمنٹ میں کام کرتے رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں فوجی ملازمت اختیار کی ۱۹۱۹ء میں
سیریا، مصر، فلسطین، ویشیا، بیروت بیت المقدس اور نہ جانے کہاں کہاں کی سیر کرتے
کے بعد وطن واپس آئے جو پور میں سب ڈپٹی کا عہدہ بھی غالباً ملا۔ لیکن ۱۹۲۱ء کی
تحریک عدم تعاون حکام برطانیہ سے متاثر ہو کر اسے بھی ٹھکرا دیا۔ کئی برسوں تک معاشی بحران میں
مبتلا رہنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں باسٹ مرلے کیل میں روڈیو افسر و مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے
۱۹۳۷ء میں یہاں سے اپنی خوشی کے مطابق کمیشن یافتہ ہو کر بیٹھ یونیورسٹی میں ناظم
شعبہ مخطوطات ہوئے جہاں سے ۱۹۶۲ء میں ریٹائر کیا گیا۔ بیٹھ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات کا
مقام کی کیا دین ہے اسے دنیا اچھی طرح جانتی ہے خصوصاً طور پر اس کے موجودہ ناظم
ڈاکٹر خواجہ افضل امام اکمل۔ پی ایچ ڈی کو تو ان کی اس ضمن کی خدمت کا اچھا خاصہ علم ہے۔
مرحوم کی پہلی کتاب تاریخ گدھ اکھن ترقی اور (ہند) دہلی سے ۱۹۶۳ء میں شائع
ہو کر مقبول عالم ہوئی دوسری کتاب تذکرہ نسوان ہند ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی شاد غلام ہادی
کی شاعری سے متعلق انکا کتابچہ انشاد شاد بہت پہلے شائع ہو کر انکی ناقابل تصانیف شاعری کو شکر کھلا۔
مرحوم کی غیر مطبوعہ کتابیں کئی ہیں (مثلاً) تذکرہ سخن سبوتہ بہار کے تاریخی مقامات کے کتبوں کا مجموعہ
ثاریجہ، تحریک پابریہ اور بہار مقالات فصیح ہند و شعرائے بہار وغیرہ۔۔۔
پیش نظر کتاب تذکرہ ہند و شعرائے بہار اصل مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات و
تالیفات کے سلسلہ طباعت کی پہلی کڑی ہے جس میں اس کی اشاعت کے لئے ناشر کتاب کا ہر دور
شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سہیر سی کے دور میں اس عورت زندان سے نکال لیا ہے بلکہ یہ بھی وعدہ کیا
ہے کہ تحریک پابریہ اور بہار مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے سلسلہ طباعت و اشاعت کی
دوسری کڑی ہوگی۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے آمین !
میں اپنے محترم بزرگ پروفیسر عسکری اپنے بزرگ دوست جناب تجور شمسی اپنے شاگرد
کے۔ شرماء اور اپنے ہم پیشہ عزیز پروفیسر ذبیح راہی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے ازراہ خلوص
پر ممکن صورت اس کشتہ آلام مصائب کے ساتھ سہرہ دانہ رویہ بہت کراں نیک
کام کی تکمیل میں خلوص و محبت اور تعاون سے کام لیا۔
آخر میں اس لوح مقدس کو اپنے جذبات انتہا کے پھول پسین کرنا ہوں جس کے کارناموں
کی دنیا کے علم و دانش اور خصوصاً طور پر اردو زبان و ادب میں منفرد ہے۔
محترمہ! الشین گنج دہلا ہوں،
۱۶ اکتوبر ۱۹۶۷ء

خانیائے فصیح
آدم بختی



مقدمہ

آئینہ کیوں نہ دیں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے
(غالب)

عموبہ بہار کی سرزمین جس کا قدیمی نام گدھ ہے مذہبی سیاسی علمی اور ادبی حیثیتوں سے سارے
ہندوستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور ممتاز ہے۔ دنیا کے دو بڑے مذاہب یعنی بودھ و دھرم اور
جین دھرم کا ایجاد اور نشو و نما اسی زمین میں ہوا اور راجا چندرگپت اور اشوک کے عہد میں
پاٹلی پتر جو بعد میں پٹنہ اور غظیم آباد کے نام سے موسوم ہوا اسی وسیع مملکت کا دار الحکومت
تھا جس کے حدود ملک ایران کی مشرقی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے۔
چندرگپت کے زمانہ میں کوتلیار چانکیا، ایک بڑا مقنن اور مدیر گذرا ہے جس نے ہندوستان
کا ارسطو کہا جاتا ہے اس کی مشہور تصنیف ارتھ شاستر موریا خاندان کے راجاؤں کا
دستور العمل رہی اور آج تک مورخ اس کو بڑی اہم کتاب جانتے ہیں۔
پاٹلی پتر کا ایک باشندہ پانینی جس کو دو ہزار برس سے زیادہ گزرے زبان کے
اصول و قواعد منضبط کرنے کا موجد سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب اپنے موضوع کے
اعتبار سے دنیا میں پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

اس طرح اس ملک کے مشہور مہندس و منجم آریہ فیٹ، نجوم دان
۱۷۳۷ء میں برس کی عمر میں اسی پاٹلی پتر میں اعلیٰ ترین
ایک کتاب تصنیف کی جو اب تک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔
پاٹلی پتر کے راجاؤں میں سمندرگپت، دشناس، اشوک، کتیک
کے علاوہ شاعر، موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ اس کے سکون میں

ہین بجاتے ہوئے اس کی تصویر پائی جاتی ہے اور اس نے اپنی شوکت و عظمت کا حال سنسکرت میں نظم کر کے اشوک کے سنگین پائے پر کندہ کرایا تھا جو قلعہ الہ آباد کے اندر پایا گیا ہے۔

سنگہ کے قریب قصبہ بہار سے پانچ کوس دھن نالندہ کی مشہور دانش گاہ قائم ہوئی جو ہندوستان سے چین تک علم کا مرکز تھی یہ اہل وطن کے علمی ذوق کا سب سے بڑا اور نمایاں ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ چین کے جاتریوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہاں ہزاروں اہل علم موجود تھے ان میں متعدد مصنفین بھی تھے جن کی تصنیفیں اس ملک کے علاوہ تبت، چین، اور ملائیک مشہور تھیں۔ آج بھی پٹنہ میں کتب خانہ مشرقیہ رخدا بخش لائبریری مخطوطات کا ایسا ذخیرہ ہے جو دنیا کے زور کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اہل بہار کے علمی ذوق کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔

اریاب علم کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر ایک زبان کے ادبی سرے سے تمتع حاصل کریں۔ البیرونی نے ہندوستان آکر برہمنوں سے سنسکرت سیکھی اور اس ملک کے حالات اور ہندوؤں کے طرز معاشرت کی جو کیفیت لکھی ہے نہایت اہم ہے۔ تاریخوں کے مطابق سلطان سکندر لودھی کے عہد (۹۵۵ء تا ۹۷۵ء) میں ہندوؤں نے فارسی پڑھنا شروع کیا لیکن اس وقت ان کی فارسی دانی دیوان خانوں اور دفتروں کی نوشت و خواندہ تک محدود تھی اس کے بعد اکبر کے عہد (۹۷۵ء تا ۱۰۱۴ء) میں راجا تودرمل نوشت و خواندہ میں بے تکلف فارسی استعمال کرتے تھے اور راجا مان سنگھ نے عہد بہار کی حکومت کے زمانہ میں حاجی پور میں ایک فرماں جاری کیا تھا جس کی نقل رام

کے پاس موجود ہے اس میں ایک جانب فارسی عبارت ہے اور دوسری جانب وہی مضمون فارسی آئینہ بندی میں ہے۔ لیکن اس سے بڑھاکہ یہ ہے کہ اکبر قبکے عہد میں کرشن داس بہاری ایک بڑے ذی علم و ہنر کے تہنوار نے بادشاہ کے ایما سے سنسکرت زبان میں فارسی سیکھنے کی ایک کتاب پارسیک پرکاش نامی لکھی جس میں انہوں نے اپنے اشلوک میں بے تکلف عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کتاب پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ خطوطات میں موجود ہے۔

گیارہویں صدی ہجری سے فارسی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہندو شعرا مسلمانوں کے ہم پہلو ہو گئے تھے۔ چندر بھان برہمن کا دیوان اور اس کے مکتوبات اس بات کی کھلی دلیل ہیں۔ خاص طور پر بہار میں خدلال گویا اجاگر چند الفت وغیرہ وغیرہ کو نامور فارسی گو شعرا گزرے ہیں اور ان کے بعد راجا پیارے دال الفتی ایسے نامور شاعر تھے کہ اس دیار میں اکثر و بیشتر فارسی گو شعرا انہیں کے شاگرد تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں جب فارسی کی جگہ اردو نے لے لی تو صوبہ بہار کے ہندوؤں نے اردو ہی میں سخن طرازی اختیار کی اور ہندو شعرا اور دُسا اپنے دولت گدوں میں دعویم و صامیتے مشاعرے منعقد کرتے تھے ان میں رائے بیجا تھ پرشاد غنیمت اور کنور سنگھ راج بہار۔ رتمنی خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

پیش نظر تذکرہ میں ۱۲۵ ہندو شعرائے بہار کے حالات اور ذوق کلام پیش کئے جاتے ہیں اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ہندو شعرائے بہار کی تعداد انی قدر ہے۔ انہوں میں سے کہ تلاش و جستجو کے باوجود بہتر سے شعرائے حالات اس قدر ذیل سکے کہ اس تذکرہ میں درج کئے جاسکیں بعض پرگنہ اور صاحب دیوان

ہندو شعرا کے کلام دستیاب نہ ہوئے۔ غرض جس قدر حالات میں جمع ہو سکے
 اسی پر اکتفا کی گئی ان شعرا کو تین ادوار میں تقسیم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔
 دورِ مستقدمین میں وہ شعرا ہیں جو تخمیناً ۱۲۰۰ء تک سخن طرازی کرتے تھے۔
 دورِ متوسطین میں وہ شعرا ہیں جو تقریباً ۱۲۰۰ء سے ۱۳۰۰ء کے درمیان
 مشقِ سخن کرتے تھے اور دورِ متأخرین میں وہ شعرا ہیں جنہوں نے ۱۳۰۰ء
 سے اس تذکرہ کی ترتیب کے وقت تک یعنی ۱۳۰۰ء تک شعر و سخن کا بازار
 گرم رکھا ہے یہ ہندو شعرا اے بہار کا پہلا تذکرہ ہے اور اس سے یہ دکھانا
 مقصود ہے کہ صوبہ بہار میں فارسی اور اردو زبان و شاعری کے رواج و
 ترقی میں ہندوؤں نے کس کشادہ دلی سے حصہ لیا ہے اور اب تک لے رہے ہیں۔
 محو کیا نقشِ محبت ہو کہ اربابِ وفا
 جتنے ٹٹتے گئے اتنے ہی نمودار ہوئے
 در آغِ عظیم آبادی

راقم
 فصیح الدین بلخی

حلقہ گذری پٹنہ سیٹی ۸
 ۱۳ جولائی ۱۹۶۱ء

فہرست

احوال غروری نادم بلخی مقدمہ فیض الدین بلخی

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱	انگوبیا	نند لال	۱	۱۵	بیدار	غشی بساوان لال	۲۴
۲	الہفت	اجاگرچہ	۴	۱۶	فرحت	لالہ رام چند	۲۴
۳	موزوں	ہمارا جہاں	۱۲	۱۷	الفت	راے گل سین	۳۱
۴	خاکہ	غشی سب سکھ	۱۷	۱۸	شوق	بابو سکھ لال	۳۱
۵	زنگین	غشی بساوان لال	۱۸	۱۹	شوق	بابو سکھ گویاں	۳۲
۶	سکین	لالہ الفت مل	۱۸	۲۰	بیابان	سکھ لال	۳۲
۷	بہادر	راجہ بی بہادر	۱۹	۲۱	الفت	راجہ پانی لال	۳۲
۸	ذوق	غشی آسارم	۱۹	۲۲	دماغ	غشی گنگا لال	۳۵
۹	ساقی	ہمارا کھیرا	۲۰	۲۳	منیر	گنہ گہرا لال	۳۶
۱۰	اگریاں	سوانی کھیرا	۲۲	۲۴	تاب	غشی گنگا لال	۳۶
۱۱	رقیم	غشی گنگا لال	۲۲	۲۵	غشی	راجہ پانی لال	۳۶
۱۲	دل	غشی بی بہادر	۲۲	۲۶	شوق	لالہ بی بہادر	۳۷
۱۳	تخلیق	لالہ بیون رام	۲۲	۲۷	تخلیق	غشی بی لال	۳۸
۱۴	راجا	راجہ پانی لال	۲۲	۲۸	شوکتی	لالہ بی بہادر	۳۸

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۳۹	رشتی	منشی محبوب دت	۴۰	۴۷	شاد	بابو سنیات	۴۸
۴۰	پاشے	سورین لال	۴۲	۴۸	قرد	بابو کالی پت	۴۹
۴۱	کلیاتی	منشی ہری ناتھ	۴۳	۴۹	حشمتی	لالہ ناتھ دین	۵۰
۴۲	دھرم	منشی دھرم لال	۴۵	۵۰	بدر	راجہ گنگا پرشاد	۵۱
۴۳	فقیر	لالہ لوکناتھ سہا	۴۵	۵۱	شاد	راجہ درگاپر شاد	۵۲
۴۴	ویل	لالہ گچھی نراین	۴۶	۵۲	طاہر	بابو پنجاب رائے	۵۳
۴۵	پرشن	منشی پرشن لال	۴۶	۵۳	شایق	منشی لٹا پرشاد	۵۴
۴۶	اختر	لالہ روشن لال	۴۶	۵۴	شمس	منشی پریشور سہا	۵۵
۴۷	غفلت	منشی بہاری لال	۴۷	۵۵	قادر	لالہ جگت بہاری	۵۶
۴۸	شبنم	بابو بدری ناتھ	۴۸	۵۶	گیسو	بابو نند کثور سنگھ	۵۷
۴۹	فقیر	منشی کیولا پرشاد	۴۹	۵۷	جیل	لالہ امر چند	۵۸
۵۰	جنگ بہار	جنگ بہادر	۵۳	۵۸	خبر	بابو بلدیو پرشاد	۵۹
۵۱	نونی	لالہ سیوگت کم	۵۷	۵۹	انظر	بابو یاسید لوکھن	۶۰
۵۲	مختار	لالہ خوب لال	۶۱	۶۰	رفیقہ	راجہ پرمانند شاہ	۶۱
۵۳	شاد	بابو گنگا پرشاد	۶۱	۶۱	عاجی	منشی میوال لال	۶۲
۵۴	عاجی	لالہ کمال پرشاد	۶۲	۶۲	صادق	بابو پھو نران	۶۳
۵۵	نسیم	بابو ہری ہرچرن	۶۵	۶۳	ستہم	منشی درگاپر شاد	۶۴
۵۶	مغنیف	راجہ جیٹا پرشاد	۶۷	۶۴	بیتاب	لالہ کشن نران	۶۵

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۶۵	الوقت	نارائنت رام	۸۵	۸۳	مالی	بابو لال ناتھ	۱۰۵
۶۶	بھمل	مانشی منو لال	۹۱	۸۴	عھیا	بھائی ناتھ	۱۱۱
۶۷	شہول	عکیم گھمبی پرشاد	۹۴	۸۵	فریاد	مانشی بھائی ناتھ	۱۱۱
۶۸	رونی	نارائنت ناتھ	۹۵	۸۶	کشتی	بابو گوہر پرشاد	۱۱۵
۶۹	ریتی	نور سکھراج بہادر	۹۵	۸۷	ایسہ	بابو گوہر پرشاد	۱۱۱
۷۰	حسرتی	لالہ سدا پرشاد	۹۷	۸۸	خودتہ	مانشی بھائی پرشاد	۱۱۳
۷۱	حاند	مانشی گنگوڑی لال	۹۸	۸۹	ہندو	بابو پرانک رام	۱۱۶
۷۲	نرد	مانشی پیار لال	۹۸	۹۰	ایسہ	ایکوری نرگود	۱۱۶
۷۳	حیرت	بابو جگدیش لال	۹۹	۹۱	عھیا	افندی جی پرشاد	۱۱۶
۷۴	ہندو	مانشی بھولا ناتھ	۱۰۰	۹۲	عھیا	بابو جیگا سہا	۱۱۷
۷۵	مست	بابو نند کھنڈ لال	۱۰۱	۹۳	دھانی	بابو سری پرشاد	۱۱۸
۷۶	عجاوب	بابو جیگان کھنڈ	۱۰۳	۹۴	نپس	بابو راجہ پرشاد	۱۱۸
۷۷	عھید	لالہ بھوپندر ناتھ	۱۰۳	۹۵	گوسر	بابو جیگان پرشاد	۱۲۰
۷۸	عارف	شیو تران چوڈی	۱۰۴	۹۶	سمراز	بابو جیگان پرشاد	۱۲۰
۷۹	عاشق	بابو جیگان ناتھ	۱۰۵	۹۷	دوش	بابو جیگان پرشاد	۱۲۰
۸۰	آزاد	بابو جیگان پرشاد	۱۰۵	۹۸	نہان	بابو جیگان پرشاد	۱۲۲
۸۱	ناراد	بابو جیگان پرشاد	۱۰۶	۹۹	نہانی	بابو جیگان پرشاد	۱۲۲
۸۲	عھیا	بابو جیگان پرشاد	۱۰۷	۱۰۰	نہانی	بابو جیگان پرشاد	۱۲۲

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱۰۱	فطرتی	بابو پیریا لال	۱۲۵	۱۱۶	اثر	بابو امرتا مچھ	۱۲۱
۱۰۲	نعت	بابو گور بخش	۱۲۶	۱۱۷	زینا	لالہ رام جی	۱۲۰
۱۰۳	جوہر	بابو رادھ لال	۱۲۶	۱۱۸	آشا	رام پرشاد کھوسلا	۱۲۷
۱۰۴	درد	لالہ امرت لال	۱۲۷	۱۱۹	نگوارا	بابو رامیشور پرشاد	۱۵۰
۱۰۵	رام	بابو رام فوج سہا	۱۲۵	۱۲۰	رے	سے گوپال کرشن	۱۵۲
۱۰۶	انسر	بابو مکران دت	۱۲۸	۱۲۱	زنگین	منشی چھیدن لال	۱۶۱
۱۰۷	خرد	بابو رنجیت سنگھ	۱۲۸	۱۲۲	سنگی	بابو بھناک سہا	۱۶۲
۱۰۸	فدا	منشی کدیپ سہا	۱۲۹	۱۲۳	بشر بی	دی سہا	۱۶۲
۱۰۹	کالیپ	منشی ٹھاکر کدیپ سہا	۱۲۹	۱۲۴	بہار	بابو شیوناقہ پرشاد	۱۶۳
۱۱۰	بھیمی	بابو بھیمی تران	۱۲۹	۱۲۵	بہار	اکواری شوخندن پرشاد	۱۶۳
۱۱۱	کشور	بابو نرند کشر لال	۱۳۰	۱۲۶	بیر	پندت ہما بیر	۱۶۳
۱۱۲	کشتہ	بابو اودھ کیشور پرشاد	۱۳۱	۱۲۷	غنیمت	بابو اجودھیا پرشاد	۱۶۳
۱۱۳	خست	بابو جگت پرشاد	۱۳۱	۱۲۸		پودیشام تران	۱۶۳
۱۱۴	زنگین	بابو بخش تران لال	۱۳۱	۱۲۹	اما	بابو اما پتی سہا	۱۶۷
۱۱۵	سوز	بابو اجودھیا پرشاد	۱۳۲				

مقصدین ہندو شعرا بہار

جلد ۱۲ تک

① گویا تخلص اور نند لال نام۔ ہندو شعرا میں ان سے بہتر مصونی منش فارسی گو شاعر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اسپرنگر کے ٹلاگ میں بھی گویا کا مختصر ذکر ہے۔ سکھوں کے نویں گرو گرو گوبند سنگھ کے رفیق و بہدم فقیہ۔ عرصہ تک عظیم آباد اور تربت میں رہے۔ گرو گوبند سنگھ ۱۶۶۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے تھے اور انہی کے سبب سے پٹنہ میں ہر مند رکھوں کی مقدس و مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔ نند لال گویا کے کچھ حالات پنجابی زبان میں کتابی صورت میں طبع ہوئے تھے۔ غالباً امرتسر میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ گویا کا دیوان نایاب تھا لیکن حسن اتفاق سے ایک دوست نے مجھے لا کر دیا۔ اس کے آخر میں کاتب نے گویا کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں وہ اس جگہ بحسنہ نقل کئے جاتے ہیں۔

”محنتی نماند کہ دیوان ہذا از نند اعلیٰ متخلص بہ گویا نند بہت در اسی
یعنی نمانک شاہی است و دریں مقام قصبہ قلعہ پور اذیں مجبور
جناب مستطاب قبلہ عالم و عالمیاں رائے رایان کا لکھا سہائے
ز اندر بہادر و ام اجلا لکھ و افضا لکھ کہ خاکسار یکے از ادنیٰ ترین

شاگردان خط عروسی یعنی این خط شفیعا جناب موصوف است
 ذکر این دیوان آمده۔ آخرش روزے بمقام کچھ عین دستگی ذخیرہ
 کتب ہائے این اوراق چند از نظر این عقیدت مند گذشت و بنظر
 پیوست کہ صاف شود و مرضی مبارک ہم جناب ممدوح بر ہمیں
 امر مستحکم آمد چنانچہ حسب الامر جناب قبلہ معظم ایشاں دین ہجرات
 در روزے چند قلم بند گردانید و بتاریخ ہفتہ ہم سانوں سمیت
 موافق ہشتم ماہ اگست ۱۳۷۱ عیسوی مطابق ۲۹ شہر محرم الحرام
 افاغنت برکاتہ الی الیامہ و زنجشنہ صورت اختتام پذیرفت
 اگرچہ چنانکہ خواست آنچنان راست نہ آمد۔ بہر کیف از عدم صورت
 وجود نیست انشاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی باقیست تا بار دیگر بوجہ
 احسن و تمیز پذیر خواہد شد مضمون این دیوان آن ماند کہ همچنان مثل گویا
 جویا باشد۔ تعریف و توصیف مضامین این دیوان بہ برطر از سبحان اللہ
 چہ باید گفت۔ انچہ از زبان مبارک جناب قبلہ ممدوح مسموع شدہ بود
 از ان بالمضاحف یافت کہ این مضمون عارفانہ است ہر کہ وہمہ
 بدماغ این رسیدن نمی تواند دہاہ گروچی سخن بادشاہ و در مقامی
 این دیوان یک رباعی طبع زاد جناب سید تراب علی صاحب و قبلہ
 دام فیضہ کہ بحق این چنین مرد مسلمان کہ ایمانش بہ ہمہ وجوہ از
 اکل حلال و صدق مقال مسلم باشد دیگر ندیدم و ممدوح الیہ متوطن
 کچھہ اندواز ماہنودان بسیار ربط دارند مندرج بود بنا برخواست
 کہ رباعی مذکور ہم کہ با فکار آن بزرگوار است در ذیل ثبت باشد

چنانچہ در ورق قلم بند می شود۔ الہی تو فنی حق پرستی رفیق باو۔

افسوس ہے کہ وہ ورق جس پر سید تراب علی صاحب کی رباعی تھی

غائب ہے اور دیوان کا اول ورق بھی غائب ہے جس سے پہلی غزل ناممکن رہ گئی ہے لیکن باقی دیوان مکمل اور نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔

ذیل میں دیوان سے بلا انتخاب کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سارا

دیوان عارفانہ کلام سے مملو نظر آتا ہے اور اشعار کی زبان بھی ایسی سلیس ہے کہ حافظ شیرازی کی تقلید معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کسے بحال غریبان ناز ساز رسد رسیدہ ایم بجائے کہ پار ساز رسد

ہزار خلد بریں را بہ نیم جو تخرزند از اں کہ پیچ بداں کوئے دلربا رسد

طیب عشق چنین گفتہ است وی گوید بحال درد غریباں بجز خدا رسد

فدائے خاک در شمی شود از اں گویا کہ ہر کہ خاک نگر دد بعد عا رسد

درون مردک دیدہ در بادیدم بہر طرف کہ نظر کردم آشنا دیدم

بگرد کعبہ و بتخانہ ہر دو گردیدم دگر نیافتم آنجا ہمیں ترا دیدم

بہ ہر سو کہ نظر کردم از رہ تحقیق بسان خانہ دل خانہ خدا دیدم

گدائی ہر کوی توبہ ز سلطانی ست خلافت دو جہاں ترک مدعا دیدم

مرا ز روز ازل آمد این ندا گویا کہ انتہائے جہاں را را بتدا دیدم

از دوست غیر دوست تمنائی کنیم یاد و سر خوشیم و مداد غنی کنیم

بیار ہمدیم و نہ بینیم غیر او ما از دوائے خضر و مسیحا نمی کنیم

بیار نرگسیم کہ نرگس علام دوست ما چشم را بروے کسے را غنی کنیم

ہر جا کہ دیدہ ایم جمال تو دیدہ ایم ماجز جمال دوست قماشا نوا کنیم

پروانہ وار گردِ رخ شمع جاں دہیم چوں خند نیب بیودہ، غوغا نمی کنیم
گویا خموش باش که سودای عشق یار تا این سراست از سر خود وانی نمی کنیم

(۲) الفت تخلص اور اجاگر چند نام۔ عظیم آباد کے متقدم ہندو شعرا
میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے شاعری کے علاوہ انشا پردازی میں بھی کامل
دستگاہ رکھتے تھے۔ آغا حسین عاشق مولف تذکرہ نشتر عشق، ہند ابن خوشگو
مولف سفینہ خوشگوار، ڈاکٹر عبداللہ مصنف اویات فارسی میں ہندوں کا
حصہ اور مولوی عزیز الدین بلخی مولف تاریخ شعرائے بہار نے ان کا ذکر کیا
ہے اور پروفیسر سید حسن عسکری صاحب نے رسالہ معاصر نمبر ۳ بابت
ماہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں الفت پر ایک مقالہ شایع کیا ہے جس کو انہوں نے
”انشائے غریب“ کا نام دینا مستحب کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اس مقالہ
کی بدولت الفت کی ایک اردو غزل اول اول منظر عام پر آگئی۔ اس میں
عسکری صاحب نے الفت کے ایک خط مورخہ ۲۵ شعبان ۱۲۷۲ھ بنام
نواب فخر الدولہ صوبہ دار بہار کا بھی ذکر کیا ہے۔ فخر الدولہ سلطنت مغلیہ
کے مقرر کئے ہوئے آخری صوبہ دار بہار تھے ان کے برطرف ہونے پر صوبہ
بہار کی حکومت ناظم نیگا نہ شجاع الدین محمد خاں کے سپرد ہوئی اس لئے
یہ خط بھی تاریخی اہمیت سے خالی نہیں۔

عسکری صاحب نے ریختہ میں الفت کے پندرہ اشعار نقل کئے
ہیں اور لکھا ہے کہ کتابت کی خرابی کے سبب بعض الفاظ صحیح طور پر
نہ گئے۔ ڈاکٹر اختر اور نیوی نے انہیں اشعار میں آٹھ اشعار اپنے ڈی لٹ
کے بھیس میں نقل کئے ہیں عسکری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولف تاریخ

شعراے بہار کا یہ بیان صحیح نہیں کہ اجاگر چند پہلے غربت تخلص کرتے تھے
دام الفت میں گرفتار ہو کر الفت تخلص اختیار کیا۔ عسکری صاحب نے
ان کا تخلص غریب بتایا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ہے غالباً
انہوں نے ریختہ کی غزل کا آخری شعر:-

یار غریب ملک معانی کو رہنما شکل ہیبت و صورت نہیاسیں کام کیا
دیکھ کر ایسا قیاس کیا تھا راقم کو خیال ہوا کہ انشاءے غریب در دیوان
الفت کو بغور دیکھ کر تخلص کی توثیق کی جائے۔ انشاءے غریب کا واسطہ
نسخہ جس میں دیوان الفت بھی شامل ہے۔ کے پی جیو ال ریسرچ انسٹیٹیوٹ
کی ملک ہے راقم نے اس کو دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اس میں ریختہ کے پندرہ
اشعار اور فخر الدردہ کے نام الفت کے خط کا کہیں پتا نہیں۔ میں نے
عسکری صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ
وہ اشعار اور خط اب اس نسخہ میں موجود نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نسخہ
فروخت ہونے کے لئے آیا تھا یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور میں نے نقل
کر لی تھیں لیکن بعد میں یا تو فروخت کرنے والے نے وہ اوراق نکال لئے
یا جلد سازی کے وقت وہ اوراق خستہ مال اور بیکار بھکرا ضائع کر دیے گئے۔
بہر کیف اس نسخہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تخلص کی
نسبت عسکری صاحب کا قیاس صحیح تھا الفت نے کس وقت میں غریب
تخلص کیا تھا۔ دو مقدموں میں لفظ غریب الفت کے ساتھ آیا ہے اس لئے
غریب تخلص کرنا امر یحتمل ثابت نہیں ہوتا جیسے
... کہ حال پر سدا دل غریب الفت
... غم پایہ زیار

دورق پٹھا ہوا ہے اور الفاظ غائب ہیں ان کی جگہ نقطے دیدے گئے

مدال شیوہ نمودیم آہ یار بگفت

غریب الفت ماخیر خواہ ہر فن بود

لیکن ایک خط کے ساتھ غزل اصلاح کے لئے بھیجی ہے اس کے مقطع

میں غریب ہی تخلص کیا ہے اور انشاء غریب الفت ص ۴۹ میں ایک نظم ہے

جس کے آخری شعر میں 'غریب' بطور تخلص کہا ہے۔ یہ دونوں شعر ملاحظہ ہوں۔

در میاں خلوت دلہا غریب ہمنشینے نیست بہتر از کتاب

غریب از کار اینہا چند گوئی اماں از کار این غولان غوی

راقم کا خیال ہے کہ مولف تاریخ شعراے بہار نے جس تذکرہ کو

دیکھ کر تخلص بجائے غریب کے غربت قیاس کیا اس میں لفظ غریب کے آخری

دو حروف کے نقطے نہ ہوں گے۔ دونوں نقطوں میں تھنیس خطی ہے نقطہ نہ

ہونے کی صورت میں غریب اور غربت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

راقم نے انشاء غریب اور دیوان الفت بہ نظر تحقیق دیکھا ہے

اسلئے ان کی کیفیت مختصر طور پر عرض کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں جس کی تقطیع ۸ پچ ۸ پچ ۸

کاغذ دیسی اردنی ہے۔ انشا کی کتاب کے متعدد اوراق غائب ہیں اور دیوان

کا بیشتر حصہ آتش زدہ ہے بعض جگہ پر دوسرا کاغذ چسپاں

کر دیا گیا ہے جس سے بہت سے مصرعے ناقص رہ گئے ہیں اس کے علاوہ کتاب

نے بھی بعض غزلیں ناقص چھوڑ دی ہیں اس مجموعہ میں اول رقعات ہیں

اور بعد میں دیوان ہے۔ کتاب مستعین میں لکھی گئی ہے لیکن بعض جگہ شکست

کی سہی کیفیت ہے۔ رقصات کی ترتیب مصنف نے اس طور پر کی ہے۔

(۱) قسم نخستیں مشتمل بر غرائض مرسل بنی دست امرا یاں و بزرگان فیاض زماں

(اول ورق سے ۲۹ ورق تک)

(۲) قسم دوم یعنی ملاطعات شوق آیات مرقومہ بخلصان یک دل و یکجان

(... ورق ۳۰ سے ۵۲ تک)

(۳) قسم سوم سویم بمتفرقات مثل توصیف ہولی و مبارکباد شادی خید و رہنماں غیر

(ورق ۵۳ سے ۵۹ تک)

ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے

اے پر گھر ز نام تو درج مقالہ سر شاہ نطق از منے حمدت لیا لہا

دوسرے ورق پر یہ عبارت ہے: 'ایں نامہ نامی موسوم بانشائے الفت

غریب نمودہ شد' انکھویں ورق پر کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے۔

تمام نسخہ انشائے غریب تصنیف منشی اجاگر حید صاحب کاسیتھ مانڈ

موکلی (؟) بکینٹھ باشی بدست خام بندہ گمنام فقیر حقیر پیرا محل کے از

طلبہ جناب قبلہ و کعبہ جناب راجہ پیارے محل صاحب مدظلہ العالی بتاریخ

بست و یکم شہر ربیع الاول ۱۲۸۶ ہجری قمری تمام شد۔

اس کے بعد پھر رقصات کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو نسخہ ۸۸ پر

ختم ہوا ہے۔ پہلا ورق غایب ہے اسلئے مکتوب ایہہ کا نام معلوم نہ ہو سکا

جو راقعہ سندر ج ہے اس شعر سے شروع ہوا ہے۔

بہ لاجی نا لاجی فتنہ قامت نمک پروردہ شور قیامت

چند سطروں کے بعد راجا رام نرائن کی کشتی کی تعریف میں طویل

مضمون ہے اس کے بعد نواب شوکت جنگ پسر صولت جنگ ر حاکم پور نیہ کے
 گھوڑے کی تعریف ہے۔ رقعات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت کے
 تعلقات بہت وسیع تھے تمام مکتوبات امراء حکام، مشاہیر شعراء ادبا اور
 ممتاز اشخاص کے نام ہیں جن کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور سماجی اہمیت مسلم
 ہے۔ رقعات کی تعداد ۱۲۰ ہے جن میں مبارک باد سگہ سال ہشتم جلوس
 مہار شاہ بادشاہ غازی حسب الایما راجا رام نراین بھی ہے رسال ہشتم
 ۳۳۰ء ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت الفت ایک مشاق
 انشا پرداز تھے) رقعات جو مختلف اشخاص کے نام ہیں ان میں دس رقعے
 بنام راجا رام نراین، پچیس بنام بلاس رائے رنگیں، تین بنام لالہ بندا بن
 خوشگو شاگرد سراج الدین شاخاں آرزو ایک بنام فصیح الشعر امیر محمد
 علیم تحقیق، دو بنام میر محمد حسین خلیف میر محمد علیم تحقیق، ایک بنام راجا
 کیرت سنگھ، دو بنام رائے اودے چند دیوان نواب سراج الدولہ ایک
 از زبان مولوی محمد حسن بنام نواب بیبت جنگ، ایک بنام رائے بالکنڈور
 اودہ راجا کیرت سنگھ، ایک بنام شیخ علی حزیں، ایک بنام میر اشرف
 ایک بنام راجا دھیرج نراین، دو بنام لالہ مول راج عزت رک بہ تقریب
 گیا از شاہجاں آباد رسید) ان کے علاوہ اور خطوط بھی معزز اور سربراہان
 اشخاص کے نام ہیں محض طوالت کے خوف سے اس جگہ ان کا ذکر نہ کیا گیا۔
 الفت نے اپنے استاد تحقیق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا
 اور سفینہ خوشگو میں درج کرنے کے لئے بتا بن خوشگو کو بھیجا تھا اس کا
 ذکر ایک خط میں موجود ہے جو مجنبہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

”بخدمت نخل ہند بوستان نکتہ دانی چشم و چراغ معانی میر
محمد حسین صاحب خلف الصدق قبلہ ارباب تدقیق میر محمد علیم صاحب
تحقیق البلاغ یافت۔“

”میر صاحب قدردان رسوخیت کیشان سلامت۔“
”اشعار اتحالی دیوان میر صاحب و قبلہ رحمت اللہ خدمتگار
سرکار رسانید انشاء اللہ تعالیٰ لالہ خوشگو صاحب سلمہ المنان
داخل تذکرۃ الشعرا نمایند و احوال ہم حسب الارقام عالی بشرح
و بسط قلمی فرمایند قطعہ تاریخ وصال میر صاحب منقولہ کہ طرح
کرده احقر بود ارسال بسامی خدمت نمود از نظر معالی منظر
خواہد گزشت۔“

آن میر علیم ر مز معنی جا کرد	در خلوت عرش فوق چرخ ارق
اقتاد ستون کاخ نظرت نفوس	شد گمش تحقیق خرد بے رونق
در ماتم او کرد سخن جامہ سیاه	چوں گر بہ نمود خامہ از دیدہ شوق
در خون جگر دل سیہ پوش ز غم	زد غوطہ چو داغ لالہ در رنگ شفق
تاریخ وفات او بالفت ہاتف	فرمود کہ تحقیق شدہ و اصل حق

۱۱۶۱

قطعہ کے دومرے شعر میں نظرت سے مرزا معز موسوی نظرت
مراد ہیں جو تحقیق کے استاد اور مشہور و معروف اہل زبان شاعر و استاد
فن تھے گیارہویں صدی ہجری کے اخیر میں اور رنگ زیب نے ان کو عظیم آباد کا
شاہی دیوان مقرر کیا تھا۔

دیوان الفت

دیوان الفت ۸۳۱ صفحوں پر خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔
بہت سی غزلیں کاتب نے ناتمام چھوڑ دی ہیں اور اکثر اوراق آتش زدہ
ہیں۔ اول صفحہ پر یہ عبارت ہے۔

”دیوان منشی اجاگر چند بکینٹھ ہاشمی تخلص بہ الفت ابن لالہ مہابلی
سرگ ہاشمی جد مادری راجا پیارے محل الفتی تخلص مدظلہ العالی“
قبل میں مذکور ہو چکا ہے کہ ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام ہیرا محل بتایا
ہے، الفتی کے بیٹے کنور ہیرا محل رشمیرا تھے غالباً وہی اس مجموعہ کے
کاتب ہیں۔

نمونہ کلام

الفت نے جو غزل شیخ علی حزیں کے پاس اصلاح کے لئے بھیجی تھی
اسی کو بطور نمونہ کلام پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس میں حزیں کی
شاگردی کا بھی اعتراف ہے۔

من از درد جدائی خاطر اندوگین دارم	کہ دشمن در بغل همچون دل خود دکیں دارم
تسل تا ابد تار سر شکم را شود لازم	نظر از بسکہ ہر زنجیر زلف عنبریں دارم
بجائے تارام در سینہ سرو نمازی روید	ز بس رد و خیال قامت آن نازنین دارم
بخاک افتادہ چوں من ز عالم بر نمی شیزد	بسان نقش پا در گئے او سر زین دارم
دل از بستگی با نقد تمت در گره دارد	نہ همچو سکا کل او عقدہ در خاطر زکین دارم
بہفت اقلہم گرد و نام کفر عشق اوروش	کہ اسم آن صنم نام خدا نقش نگین دارم
بہام آوردنش عیاد من آسمان نمی باشد	دل دیوانہ آن چشم و حشت آفریں دارم

مہاراجا سیں اشک پیدہ از مرگزد یارب
 بفرج غمزدہ غمزدہ نگارے گشتہ مہانم
 زہراہ کو چہ آن شوخ گشتے بر جہیں دارم
 ز سوز گریہ ہجران رخسار رخ چہ می پر سیا
 چہ سازم نذر او یارب دل ام ندی دارم
 ز زور نگاہے آیدار ز خاتم الفت
 صد آتش بارہ بخت جگر دہشتیں دارم
 کہ بواعث نظر بر فتنہ اشاد و خیریں دارم

نمونہ کلام رحمت

ریختہ ہیں الفت کو ایک خزانہ کی دستیاب ہوئی ہے جس کو عسکری صاحب
 نے اپنے مقالہ میں درج کیا تھا وہی اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

فلوت نشین غم کو تماشا سیں کام کیا
 دیوانہ محبت ہے اختیار کون
 مست مئے الست کہ نہ تشنہ و گر
 آباد باد ملک قناعت و مردوی
 جس کو ہے زور رحمت باز نہ کر دیا
 آزا کہ بہت قفل نموشا بہ باب لب
 ہما لب سخن سوں صحبت بازل
 پروردہ آفتاب محبت کو روز حشر
 جس کو ہے داغ بید و آتش کام دل
 لیتا متاع دل کا کعبہ اختیار سوں
 جس کو تپ ہوا فی کاکا و قبال میں ہے
 ترک ہو و از میں محبت کہ ابتدا
 جائے کہ پوریا ہے شہینان قدم نند
 حاکم عباد رس ... شاہ ملک دل
 مخمور جام عشق کو دہیا سیں کام کیا
 محکیم جال محبت و آتا سیں کام کیا
 جام شراب کعبہ دینا سیں کام کیا
 ویرانہ خرابی دینا سیں کام کیا
 ارباب پیر و خانہ بابا سیں کام کیا
 چونکہ چرائے ... گوئی کام کیا
 ... و کہ ہر کیہ سیں کام کیا
 ... و عدا یہ طوبی سیں کام کیا
 ... و تفریح لالہ سیں کام کیا
 ... و عشق و بے رہ سیں کام کیا
 ... و طبعیت تار و اسار کام کیا
 ... و صحبت ملا سیں کام کیا
 ... و فریق سمور و بستر بیابا سیں کام کیا
 ... و ملک شہ سکندر و دارا سیں کام کیا

یارب غریب ملک معافی کو رہ نما شکل مہیب صورت یا میں کام کیا

انتشائے غریب اور دیوان الفت میں دو ایسی چیزیں بھی پائی گئیں جس کو بیٹا ہر الفت سے کوئی تعلق نہیں انتشائے غریب کے صفحہ اول پر مرزا جلال الدین محمد کی لکھی ہوئی ایک رسید مبلغ پچاس روپیہ کی ایک انگریز حاکم کے نام سے ہے جس میں ۱۳۱۲ ہجری ۱۸۹۷ء کا تاریخ بھی درج ہے اور دیوان کے ایک صفحہ پر سمبھوڑت رفعتی شاگرد الفتی کا کہا ہوا ایک قطعہ تاریخ ہے اس کی کیفیت رفعتی کے حالات میں درج کی جائیگی۔

(۳) **موزوں** ہمارا چارام ٹرانٹائب ناظم صوبہ بہار۔ فارسی کے صاحب دیوان اور خوشگو شاعر تھے۔ شیخ علی خاں دستوفی شاعر الہی کے شاگردوں میں تھے۔ موزوں کا مطبوعہ دیوان جو ۱۲۸۴ صفحوں کو محیط ہے راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوط کا ایک مجموعہ موسوم بہ دستورالانتشا بھی ان کے دارت رائے مہتمم اپر شاد صاحب کے پاس ہے جس میں سیکڑوں مکتوبات ہیں جو اس خمد کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں یہ بھی راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر ہے۔ ان کی سیاسی زندگی اور خمد حکومت کو صوبہ بہار کے تاریخی اور انقلابی دور سے تعلق ہے اسلئے صوبہ بہار کی تمام تاریخوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ تمام حالات اور واقعات کو اس جگہ درج کرنے کی گنجائش نہیں اسلئے ضروری حالات مختصراً لکھے جاتے ہیں۔

ان کے والد دیوان رنگ لال کاستھ سری باستو ساکن موضع کشن پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار، نواب علی وردی خاں مہابت سنگ

ناظم بنگال، بہار و اڑیسہ کے معتمد دیوان تھے۔ لارہ جانی رام نائب صوبہ بہار کے مرنے پر ۱۸۵۷ء میں مہابت جنگ نے راجا رام نرائن کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ کے عہد تک انہوں نے صوبہ داری کا انتظام و فاداری کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد میر جعفر کی نظامت کے دور میں انہوں نے زمانہ سازی اور ظاہر داری سے کام لیا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ عافی گوہر جو بعد کو شاہ عالم ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، بہار و بنگالہ پر قبضہ کرنے کے قصد سے صوبہ بہار چلا آیا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا اور میر جعفر اور انگریزوں کے ارادہ کا حال معلوم نہ تھا۔ رام نرائن نے مرحوب ہو کر اپنے مصاحب محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی مع عرصہ داشت شاہزادہ کے پاس بھیجی اور عارضی کا قصد کیا اور محمد قلی خاں کو اپنا طرہ دار بنا کر شاہزادہ کے پاس حاضر ہوا اس وقت غلام حسین خاں (مولف سیر المتاخرین) نے قنبہ کیا کہ رام نرائن عیار ہے اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہئے لیکن ان کے والد نواب ہدایت علی خاں نے کہا کہ شاہان مغلیہ نے کبھی کسی کے ساتھ دغا نہیں کیا ہے اور محمد قلی خاں کو یہ زعم تھا کہ ان کی تلوار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔ شاہزادہ کیلوار داری کے قریب خیمہ زن ہوا تھا اسی جگہ راجا رام نرائن بھی حاضر ہوا۔ رسوم و ربار کے مطابق وہ آداب و کورنشہات بحال نے پیش جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ رنگ فوق چہرہ اور اس الب خشک حیران رہ گیا۔ اندر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت (سریج و جیفہ) مع کلغی جو شاہزادوں کے لئے مخصوص تھا، حاصل کیا لیکن شاہزادہ کے ساز و سامان کو اپنے گمان سے کم دیکھا۔

دل میں پشیمان ہوا اور کھانے کا حیدہ کر کے گھر واپس آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی شاہزادہ نے قلعہ عظیم آباد کے قریب کر قیام کیا۔ اس وقت تک رام نرائن ظاہر امداد رات کرتا رہا۔ میر جعفر کو خبر پہونچی تو اول شاہزادہ کو کچھ روپے دیکر جنگ سے باز رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا تو کلاپو کے مشورہ سے کر تل کیلا ڈاڈو میرن کو فوج لیکر روانہ کیا اس کی خبر پاتے ہی رام نرائن نے تیور بدن دئے محمد قلی خاں کے علموں کو جو صوبہ کا حساب دیکھنے آئے تھے یہ کہہ کر کھلوادیا کہ آپ کیا سمجھ کر حکم کرتے ہیں۔ میں ناظم جنگالہ کا ماتحت ہوں آپ کا نوکر نہیں۔ اب تک جو کچھ کرتا تھا برسم ہمارا داری کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی شاہزادہ نے تفسیر عظیم آباد کا حکم دیا قریب تھا کہ قلعہ مفتوح ہو جائے لیکن اچانک محمد قلی خاں کو اطلاع پہونچی کہ شجاع الدولہ اس کی غیبت میں قلعہ آباد پر قبضہ کیا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ ادھر روانہ ہو گیا اور شاہزادہ کو جنگ عنوای کر لیا پڑی۔ اس کے بعد ہی عالمگیر شاہی نے انتقال کیا اور شاہزادہ بادشاہ ہوا۔ شجاع میں کامنکار خان مہین اور بعض زمینداروں نے ساتھ لیکر بادشاہ نے رام نرائن اور انگریزی فوج کے خلاف جنگ کر کے شکست دی اسی جنگ میں کامنکار خان نے رام نرائن کو نیرے سے سخت مجروح کیا بلکہ اپنی دانت میں مار ڈالا تھا لیکن اس نے تحشہ ہودج کی آڑ میں لیٹ کر کسی طرح جان بچائی۔ اسی سال کو دوسری جنگ میں انگریزی فوج نے شاہی فوج کو شکست دی اس کا رام نرائن اور شتاب رائے نے بھی حتمی المقتدرہ انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

شاہزادہ میں انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو سند

نظامت پر بٹھایا۔ میر قاسم نے رام نرائن سے صوبہ کے محاصل کا محاسبہ
چاہا۔ رام نرائن نے حیلہ حوالہ کیا اور انگریزی فوج کے افسروں سے خفیہ میر
قاسم کی شہادتیں شروع کیں اور ان کو یقین دلایا کہ میر قاسم انگریزوں پر
چھاپا مارنے کا قصد رکھتا ہے۔ جنرل کوٹ نے اس کا یقین کر کے اچانک میر
قاسم کی حرکت کا پردہ اٹھایا تو میر قاسم کو خواب راحت میں پایا اور اس پر
رام نرائن کی فتنہ انگیزی کا حال کھلا۔ گلاٹ دیو کو نسل کو مسموم ہوا تو اس نے
جنرل کو واپس بلا لیا اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نرائن کے سامنے میں تم کو اختیار
ہے۔ میر قاسم نے حساب طلب کر کے دیکھا تو شاید بعض خیانتوں کا پتا چلا۔
رام نرائن نے ہر شے کا محاسبہ کم کرنے کی غرض سے بعض مصلحتیوں کو روپوش
کر دیا لیکن میر قاسم نے رام نرائن کے گھر سے سات لاکھ روپے نقد اور ٹھیکہ
اسی قیمت کی جنس برآمد کی۔ باقی رقم جو دوسروں کے پاس چھپا ہوا تھا بھی
اس کا پتہ ملا۔ میر قاسم نے رام نرائن کی جگہ پر راجا نو بت رائے کو مقرر کیا۔
۱۸۵۷ء میں میر قاسم کی انگریزوں سے ان بن ہوئی اور جنگ کی نوبت
پہنچا۔ اس وقت جگت سنگھ، سرور چند، راج بلجی، فتح سنگ، بیاد سنگ
اور انگریزوں سے خفیہ ملے ہوئے تھے اور ان میں سے بعضوں نے یہ تانہ مہرے
غلاب انگریزوں کو خطوط بھی بھیجے تھے اور اب تک میر قاسم کی فوج میں بھی
یہ گئے اور اس کے بن ہی قصبہ باڑھ کے قریب راجہ جی سنگھ کے پاس
یہ ریت کا گھڑا بڑھوا کر گنتی میں غرق کر دیا گیا۔ بعض حالات یہ ہیں کہ
۱۹۴۵ء میں لکھے ہیں۔

مشہور صاحب دیوان شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا ذکر اکثر

تذکروں میں پایا جاتا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ تذکرہ
عمرہ منتخبہ مملو کہ انڈیا آفس لائبریری لندن اور سخن شعر مولفہ نسائی
میں بھی ان کا ذکر راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ ان کے فارسی کلام کا نمونہ
ان کے دیوان سے اور اردو اشعار جو تذکروں میں پائے گئے اس جگہ پیش
کئے جاتے ہیں۔ ادب بہت کم کہتے تھے گنتی کے صرف چند اشعار ان کی طرف
منسوب ہیں۔

فارسی

روشن بود بہنرم خموشی بیان ما
خون در جگر نماند و خدنگے تو می رسد
عمرے ست برسگان درست قف کرد پایم
از بخت نارسا نرسد تا بگوشش یار
دی شب کہ کار بلبل دل آہ و ناله بود
گرچہ بروے تو چوں آئینہ حیران گشتم
در چینی فصل کہ ہر خار چمن گل گردید
تا سخن ہائے من از فیض خریں نوزوں شد
دل خواستم کہ اشک تماشا شود نشد
گم گشت دل بکوے تو از دست بخودی
دیگر کجاست چشم ز بیگانگان مرا
موزوں تمام عمر درین آرزو گذشت
تا کرد سوز عشق بجام سیرایتے

چوں شمع سوخت نالہ ماہر زبان ما
حیف است این کہ تشنہ رود میہان ما
در قسمت ہما نبود استخوان ما
موزوں پرست گرچہ جہاں زرقان ما
خون جگر بہ مردم چشم حوالہ بود
لیک از غلغلہ خش رشک گفتاں گشتم
بخت بد میں کہ من از نالہ سراپاں گشتم
بغزل شہرہ و محسود ہزاراں گشتم
امید قطرہ بود کہ دریا شود نشد
ہر چند خواستم کہ پیدا شود نشد
یک لحظہ خواستم دل از ما شود نشد
کارام قسمت دل شیدا شود نشد
چوں شمع نیست گریہ مارا نہایتے

موزوں بسوئے میگد ہر کہ میرم از ماست التجاوز ساقی عنایتے
رباعی

ے نوش کہ عمر جاودانی میں ست خوشتر بہ ہزار کمرانی میں ست
ہنگام گل است درمے یار میں ست خوش بامش دے کہ زندگانی میں ست

ریختہ

۱) بھولی نہیں ہے مجھ کو بتوں کی ادا ہنوز دل کے نگیں پہ نقش ہے نام خدا ہنوز
۲) کچھ گرائی نہیں بجا وہ ستمکار کے ساقی دل کھیل چو ہی پڑا اشک ببار کے ساقی
۳) ابر ہو گا تو خجالت سستی پانی پانی مت مقابل ہو مے دیدہ خونبار کے ساقی

شعر نمبر ۲ چمنستان شعر میں بھی موجود ہے اور شعر نمبر ۲ تذکرہ گلزار
ابراہیم میں پایا جاتا ہے اور غالباً اسی سے تاریخ شعر اے بہار میں نقل کیا گیا ہے۔
مشہور ہے کہ سراج الدولہ کے مقتول ہونے کی خبر کو سنکر موزوں نے
نی البدیہ مندرجہ ذیل شعر موزوں کیا تھا جس کو میر حسن نے بھی اپنے تذکرہ
میں درج کیا ہے

غزلان تم تو واقف ہو کہو مجھوں کے مرنے کی
دوانا مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

راجا رام نرائین نے اردو کے کچھ اور شعر بھی بعض موقعوں پر چھپے
تھے بعض لوگوں نے ان کو خود موزوں کے اشعار ہونے کا گمان کیا ہے لیکن
اس کا کوئی ثبوت نہیں اور راقم کے خیال میں دوسروں کے اشعار تھے جن کو
انہوں نے بر محل پڑھا تھا۔

④ خاکستر تخلص اور نشی سب سکھ نام، برادر راجا رام نرائین موزوں

عظیم آبادی قوم کا بیٹھ سر عیاستو۔ محمد فقیہ درو مند کے شاگرد تھے جو حضرت
منظر جان جاناں کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تذکروں میں خاکسز کا عرف
یہی ایک فارسی شعر پایا گیا جو بطور نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے۔
ہمارے گرد گل عارض عرفت اکش
نگہ بچشم تماشا ز شوق بر نریاست

⑤ رنگیں نشی بلاں رائے خلف را جاناں رائے دیوان مدار المہام
پسر محمد علی رو ہیہ متوطن خطیم آباد قوم کا بیٹھ سر عیاستو۔ راجا رام نراین
موزوں کے نقایہ تھے۔ اجاگر چند الفت کے خطوط ان کے نام بھی پائے
جاتے ہیں جس کا ذکر الفت کے حالات میں گزر چکا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار
کے مطابق سن ۱۱۱۵ء میں انتقال کیا۔ تذکرہ عشقی میں ان کا ایک شعر ریختہ میں
لا۱۵۰۰ ہے۔

اس مصیبت میں ہو تو گھر سے نکالے ہو مجھے یہ تو بلا میں بھلا جائے کہ صبر آخر شب
فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

از دختر ز شیخ بفرسنگ گریزد این مرد بینید چہ نامرد بر آمد
عشقت از دل سینہ پر از آبلہ دارد فریاد کہ آتش از سینہ دم گدہ دارد
میرسن کے تذکرہ میں رنگیں کے اسی قدر حالات ہیں جو اوپر مذکور
ہوئے اور اردو کا وہی ایک شعر پایا جاتا ہے جو مذکور ہوا۔

⑥ مسکین لالہ بخت مل متوطن عظیم آباد۔ تاریخ شعرائے بہار کے
مطابق سن ۱۱۱۵ء تک زندہ تھے مضمون آفرینی اور پرگوئی میں مشہور تھے۔
ان کا ایک شعر یہ ہے۔

روے زمیں پہ جتنے بے یادت تھے پڑھتے تھے آدمی نہیں ہیں مائی کی موتیں ہیں
تذکرہ گلزار ابراہیم میں مذکور ہے کہ انھوں نے اشعار بہت کہے لیکن

تحسین سے محروم رہے اس تذکرہ میں بھی ان کا یہی ایک شعر ہے۔

(۷) بہادر تخلص اور راجا بیٹی بہادر تام۔ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم
ثانی کے عہد میں صوبہ بہار کے راجاؤں اور ناظم بہار کے معتمدوں میں تھے۔
تذکرہ عہدہ منتخبہ مولفہ اعظم الدولہ سرور نمبر ۱۳۶ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری
مڈن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

”بہادر تخلص راجہ بیٹی بہادر از راجگان صوبہ بہار است از دست
سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی ہمارے جا رہے کہ نہ سے سے کی بونہ گئی
تذکرہ سخن شعرا میں بھی ان کا یہی ایک شعر پایا جاتا ہے کنو حسیون
سنگہ پروانہ نہیں کے بیٹے تھے۔

(۸) ذوق منش آسار ام ساکن عظیم آباد شاگرد میرزا قادی میر اثر
کے رفیق تھے تذکرہ شورش عظیم آبادی میں ان کا اعلیٰ قدر حال اور اشعار
ہیں۔

وہ نظر محلو جب نہیں آتا کچھ نظر نہیں آتا
دل جانتا ہے تیرے ہوا خواہ کہ اسے شعلہ کی طرح نہ ہو کچھ نہ ہو اب خدا
ذوق کے مرنے کا افسوس نہیں کچھوں کو غم کہاں شمع کی بجائے کھڑی ہو اسے
درد دل کہنے نہ پائے آج بھی بجھنے لگی ہو اسے
لے عندلیب سے کہہ کس کا ہوا چال لالہ کرے لعلی انجمن دوست اور
میر اشرف سے نالیا میر اشرف کشمیری پس میر اشرف کشمیری و مراد ہیں

جن کا مزار اور انہیں کی بٹوائی ہوئی مسجد محلہ چوک شکار پور میں موجود ہے۔

مزار اور مسجد میں کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ سیر المتاخرین میں بھی ان کا ذکر ہے۔

⑨ عاشق ہمارا جا کلیان سنگہ المخاطب یہ انتظام الملک ممتاز الدین
تہو ر جنگ قوم کا دستہ سری باستو خلف ممتاز الملک ہمارا جاشتاپ رائے
ہمارے منصور جنگ ۱۱۶۵ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸۷ھ میں

شتاب رائے کے مرنے پر یہ اپنے باپ کے خطابات سے مخاطب اور پچاس ہزار
روپے سالانہ تنخواہ پر ان کی جگہ پر نائب دیوان صوبہ ہمارے مقرر ہوئے۔

۱۱۸۷ھ میں ہمارا جا کلیان سنگہ اور راجا خیالی رام نے ملکر انتیس لاکھ
اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر انگریزوں سے صوبہ ہمارے کا عہدہ
لکھوایا تھا۔ انگریزوں کو اس کے قبل تک اٹھائیس لاکھ سے زیادہ مالگذاری

وصول نہ ہوئی تھی اسلئے یہ ٹھیکہ منظور کر لیا لیکن بعض وجوہ سے علاقوں ۱۲
خاطر خواہ بند و بست نہ ہو سکا۔ دو سو سال انگریزوں نے مالگذاری کی
رقم کسی طرح کلیان سنگہ سے وصول کی لیکن اس سے کلیان سنگہ کی مالی
حالت اچھی نہ رہی۔ نیابت کا تعلق بھی نہ رہا تھا اس لئے پریشان ہو کر کلیان
سنگہ نے عظیم آباد کو چھوڑ کر کلکتہ میں قیام کیا۔ مدت دراز تک وہاں رہنے
کے بعد ۱۲۱۵ھ فصلی میں یہ پھر عظیم آباد آئے تو انہوں نے اپنے سکانات اور
باغ کو دیران پایا اور اہل شہر کے التفات میں بھی کمی محسوس کی اسلئے باقی پور
جا کر انگریزی حکام کی کوٹھیوں کے قریب بود و باش اختیار کی۔ بالآخر ۱۲۲۲ھ
میں یاد میں کے بعد انتقال کیا۔

کلیان سنگہ اپنے باپ کی طرح شعر اور ادیبوں کے قدردان

ہونے کے علاوہ بذات خود تواریخ شاعری اور ادب میں کافی دستگاہ رکھتے تھے مثویٰ تریبا، حبیب السیر مدح ایہہ اطہار اور اس کے علاوہ خلاصۃ التواریخ اور واردات قاسمی یادگار چھوڑیں یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں تاریخی کتب انہوں نے مسٹر ابراہیم والیڈ کی فرمائش سے لکھی تھیں ان کتابوں کو انہوں نے ۱۲۲۷ھ میں تمام کیا اس وقت ان کی بصارت بھی جاتی رہی تھی چنانچہ خود لکھا ہے کہ جو کچھ لکھواتا ہوں حافظ کے بھروسے پر لکھواتا ہوں خود مسودات کو پڑھنے سے معذور ہوں۔ خلاصۃ التواریخ کا انگریزی ترجمہ نواب سر فرائز حسین خاں مرحوم نے اب سے کوئی تیس بیس قبل کیا تھا جس کو ریسرچ اسٹیوٹ نے چھپوایا تھا اور واردات قاسمی کا ذکر بھی بعض انگریزی تاریخ میں انگریزوں نے کیا ہے۔ یہ اپنے باپ کی طرح صاحب تدبیر نہ تھے لیکن علمی صلاحیت و لیاقت میں اپنے مماثل و اقربان سے کسی طرح کم نہ تھے ناز و نعم میں پرورش پانے کے سبب عیش پسند تھے۔ شعرا کے اکثر تذکروں میں ان کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

فارسی

نالاں ز غم فرقت مہ پارہ خویشم ادارہ دست از دل آوارہ خویشم
 با حسن پریزاں دارم سروکائے در آئینہ مشغول بہ نظارہ خویشم
 ساقی نبود حاجت من بامے نابت بخود ز نگاہ بت میخوارم خویشم

ریختہ

چایا ہے جگر نے حشر کا سا شور پہلو میں مگر دیکھا ہے یہ حالِ دل و بخور پہلو میں
 ان کی سیاسی زندگی کے واقعات راقم نے تاریخِ مکہ میں لکھے ہیں۔

۱۰ گریاں بھوانی سنگہ بہادر عرف راجا کنور بہار راہہ شتاب رائے
کے بیٹے تھے مرزا محمد علی فدوی عزت مرزا بھیجو سے اصلاح سخن لیتے تھے۔

تذکرہ میں ان کا صرف یہی شعر ملا۔

دل ہی نہیں ملے ہے بے کیا نشانِ داغ بارت سے ڈھونڈتا ہوں گردن کیا بان داغ

۱۱ ریحتم منشی گرسہاے لال ولد منشی نور نراین لال ساکن ندرہ ضلع گیا

فارسی و عربی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں شیخ ناسخ لکھنوی

کے شاگرد تھے۔ ان کا اردو کلام دستیاب نہ ہوا فارسی کا ایک شعر تاریخ

شعراے بہار سے نقل کیا جاتا ہے۔

در تہن ورا اگر اس عقدہ کیسو گردد غنچہ غنچہ گرہ نافہ آہو گردد

۱۲ دل منشی بینی پر شاد خلف منشی دی پر شاد قوم کا لیستہ ساکن

عظیم آباد شاگردِ راسخ عظیم آبادی ان کا حال اور یہ شعر ایک بیاض میں

پایا گیا جو مولف تاریخ شعراے بہار کو کسی نے دی تھی۔

پردہ اٹھائے تو نے ادھر کہ گزر کیا عالم کے دل میں تیری محبت نے گھر کیا

جی چاہتا ہے بولے ہرگز نہ یار سے پس نہیں چلے ہے دل بقرار سے

۱۳ تحقیق لالہ جیون رام ولد لالہ کرپا رام کالیست سری باستو

ساکن موضع شیو دھا پرگنہ ترستھ (دھوبہ بہار) ان کے حالات کتاب

آئینہ ترمیمت صفحہ ۳۷ اور صفحہ ۲۵۶ میں مندرج ہیں دی اس مقام

پر نقل کئے جاتے ہیں۔

”شریف و نجیب عالی خاندان صاحب علم و صاحب تصنیف و رئیس

و صاحب معاش تھے۔ علوم عربی و فارسی میں شہرہ آفاق تھے۔ راجا مادھو

129955

سنگ بہادر در کھینکا (۸۳۰) فصلی تا ۱۲۱۵ فصلی موافق ۸۵۰ شمعی کے دیوان تھے۔ شروع عملداری میں سرکار انگلشیہ کی جب رقم دستورات و نامکار وغیرہ ہمارا جامادھو سنگہ کا ضبط ہو گیا تھا اس وقت دیوان جی مومو دھنے بڑی کوشش و پیروی کر کے ان رقومات کو واکذاشت کروایا اس کے بعد میں مومو منع ہر پیر پور پر گئے پھر وارہ ہمارا جامادھو سنگہ بہادر نے عطا کیا۔ وارثوں سے ان کے بالفعل (یعنی ۱۲۹۰) جانکی بلجھ سنگہ وجد بلجھ سنگہ موجود ہیں اس وقت زمانہ ان سمجھوں کا نا موافق ہے۔

دیوان جی صاحب اشعار فارسی بھی کہتے تھے تحقیق تخلص کرتے تھے منشی۔ ادھالال چچا حقیقی راقم تاریخ ہذا (یعنی منشی بہاری لال فطرت) کی اول شادی اس خاندان میں لڑکی سے بابو کشن بلجھ ولد بابو رام بلجھ پیرہ دیوان جی رام کے جوئی بھتیجہ لڑکی دیوان رام ناھتہ سورج پور کی نواسی تھیں دیوان جی مومو دھنے کا ایک شعر راقم کو یاد ہے لکھا جاتا ہے۔

ہر عمل پختہ شود خام کہ در خانہ ماند چوں پلاذکر کہ دگر سال نہاید در تلخ

انفوس ہے کہ تحقیق کا اور کلام دستیاب نہ ہوا اور ان کی تصنیفوں کا بھی پتہ نہ مل سکا ہے کہ تلاش و جستجو سے ان کے موجودہ دشنام کا مقابلہ سکے اور کلام دشنامیہ دستیاب ہو سکیں۔ اجاگر چندالانت کے رقعات میں ایک رتہ لالہ بیت نام بھی نظر سے گذرے۔

(۱۲) راجا تخلص اور راجا بہادر نام خلف ہمارا جاستاب داس۔

اشرف علی خاں خٹاں متوفی ۱۷۰۰ء کے شاگرد تھے تذکرہ شدہ غنیہ مولفہ سرور مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعرا بہار

میں ان کا ذکر موجود ہے نمونہ کلام یہی ایک شعر پایا گیا۔

یہ زخم دل جاتے مرہم تلک نہ پہونچے ہم ان تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

(۱۵) بیدار منشی بسا دن نعل تلمیذ حضرت مظہر جان جاناں عظیم آباد

میں یہ طعن اختیار کیا تھا غرضہ دراز تک یہاں رہے اور یہیں انتقال کیا۔

تذکرہ سورش عظیم آبادی اور تذکرہ عشقی عظیم آبادی دونوں میں ان کا

ذکر ہے اور کارسن دتاسی نے بھی اپنے تذکرہ (ربان فرنج) میں ذکر کیا ہے۔

ریختہ اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ریختہ کا نمونہ یہ ہے۔

ہے تیرے سدا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

کے تحت جگر یوں نسووں کے ساتھ جاتے ہیں کہ جو پھولوں کی پکھڑی لیکے پانی میں بہاتے ہیں

(۱۶) فرحت لائے رام چند ساکن محلہ عالم گنج شہر عظیم آباد فارسی کے پرگو

اور۔ باکمال شاعر تھے ان کے مختصر حالات مرے پاس موجود تھے لیکن حسن

اتفاق سے مرے کرم فرما مولانا عبد الرشید فوقانی ابن مرحوم علامہ شوق

نیوی نے فرحت کی تصانیف کی مفصل کیفیت اپنی ذاتی واقفیت اور

علامہ شوق کی تحریر کے حوالہ کے ساتھ محض ادبی ذوق کے تقاضے سے اس

تذکرہ کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ لہذا راقم شکریہ کے ساتھ اس کو درج کرنا

ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "فرحت نے دیوان کے علاوہ دو دفتر میں مثنوی بھی

لکھی ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا

پرانا قلمی نسخہ علامہ شوق نیوی مرحوم کے کتب خانہ میں محفوظ تھا اب میں

محمد عبد الرشید فوقانی ولد شوق نیوی نے خدا بخش خاں مرحوم (بانکی پور پٹنہ)

کے کتب خانہ میں داخل کر دیا ہے۔ جناب شوق نیوی مرحوم کتاب یادگار وطن

صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں۔ کتب شاہکاں یہ نایاب ثنوی المہ رام چند متخلص بہ
فرحت سرائی عالم گنج کی تصنیفات سے ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی نو فاری
میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا قلمی نسخہ مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد
مرحوم کے ہاتھ لکھا تھا اس کا دوسرا دفتر موسوم بہ گنج باد آورد اسی شاعر کا
کہا ہوا حسن اتفاق سے مجھ کو مل گیا جس میں حاتم طائی کے وہ قصے ہیں جو آج تک
نہ فارسی میں راقم کی نظر سے گزرے ہیں نہ اردو میں یہ دونوں دفتر تیرے
کتب خانہ میں موجود ہیں جن کو بوجہ نایابی و حب وطنی راقم نہایت عزیز رکھتا
ہے۔ مصنف نے دونوں دفتر میں چاروں دفتر کو ذوالبھرتین میں لکھا ہے اور
دفتر اول میں حضرت مخدوم شیخ سوری علیہ الرحمۃ کی مدح ذوالبھرتین اور
سہ بھری اور چہار بھری اشعار میں لکھی ہے چنانچہ چہار بھری اشعار ہیں
سے ایک شعر یہ ہے۔

قطرۂ از جود تو جود کثیر ذرۂ از خوسے تو ہر منیر

اس دفتر کو مصنف نے شاہد میں تمام کیا ہے۔ اس کی
تاریخ کس خوبی کے ساتھ یوں لکھی ہے۔

سال اتنا مش چو دل از عقل خواست کرد دو انگشت خم دیگر دو راست
یعنی دو انگشتوں کو دو بار خم کرنے سے دو آٹھ کی شکل یعنی ۶۰ پیدا ہوتے
ہیں اور دو انگشتوں سے دو الف کے مانند گیارہ ہوتے ہیں
اس طور سے شاہد نکلتا ہے۔ یہ دونوں ثنویاں ایسی کیاب اور
غیر مشہور ہیں کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں
تمام شد حامد شوق نیوی مرحوم

اس کے بعد فوقانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دفتر اول کے آخر میں
یہ مضمون ہے۔

حاکم نامہ من تصنیف لالہ رام چند متوطن محلہ عالم گنج بوقت
دوپہر روز چہار شنبہ ماہ ربیع الاول سالہ علوسہ والاہ الم شاہ بادشاہ
غازی خلد احمد ملکہ و حشمۃ اب ہم دفتر اولیٰ موسوم بہ گنج شایگان اور
دور دفتر دوم مسما بہ گنج باد اور د کے چند اشعار مختلف مقامات سے انتخاب
کر کے ہدیہ ناظرین قارئین کرتے ہیں اشعار حمد و نعت دفتر دوم مسما بہ گنج باد اور
مصرف بہ حاکم نامہ بہ صنعت و بحرین۔

اے کہ شد از فیض تو اندر سخن	طوطا طوطا ہمہ شکر شکن
شکر تو اے خالق بندہ تو از	کے شود از بندہ نامہ ساز ساز
گیدے از شکر تو را نم سخن	پر شکر از شکر تو گر زد دہن
از کرم آو۔ دہ از بہر ما	احمد مرسل سیر ہر انبیا
از سر صدق از من عامی مدام	باز بر آں ایہ رحمت سلام
فرحت دل خستہ شیریں بیاں	دم بدم از لطافت تو خواہ چناں
خاطرش از شوق تو در جوش باد	گو بہش آدیز ہ ہر گوش باد
اشعار خاتمہ کتاب دفتر دوم و اشعار در مدح سہ فریدل صاحب	

بہادر۔

شکر ایزد خامہ گو ہر فشاں	کرد در ریزی جیسے در داستان
زور قم گر چہ نسانہ سرمدی	لیک در افشاں در نظم دری
باد چو دشتل چندیں کار گاہ	شد مرتبہ عذیبی در چار ماہ

بہر نامش و اشتم خور تمام
 چون صفات داوید والا ہم
 مشرق فریدل فرخندہ شان
 صاحب کز خوان احسانش مدام
 بچلے در و فستہ اول قلم
 خاتمہ ہم فرقت از زیب تمام
 بہت امید از خدائے ذوالکرام
 شعر دویم دفتر میں علم گنج
 در نشان بے رخ میجوی از گنج
 نیز شعر ہر دو دفتر در شمار
 سال انگریزی بسے فرخندہ فال
 نسبت ہندی شناسی سال خوش
 سال ہجری گشت روشن بچو ہم
 شمار دفتر اول سہی بہ گنج
 مصنف دور و مصنف شہر ظہیر آباد دہلی شاہ

۱ انگلیش کاپی مجموعہ ۲ رنگیں کلام
 ۲ خوانمیش گلابستہ باغ جمال
 ۳ نے نے از مستوا غلط کردم سخن
 ۴ بہت ہیں رعنا و دس غلطیوں
 ۵ خال و بشر نقطہ ہائے انتخاب
 یافت بامد زیب حسن انعام
 یا کہ داغ روز و جنت و کور
 پہ غلط شد ابی حمد تشبیہ سن
 از گیارش کسے کند عاشق کنار
 خدا خوشی و دل رنمے کتاب

۶ ابرو سے ، منہ سے چہرہ بہت
 ۷ شد ز خطر کیسویں ایسا مشک بو
 ۸ میوے بند زلف اپنی مثلیں برند
 ۹ درخشن فرحت تخدمیں مسختہ
 ۱۰ می کنند بزم سخن و ابستان
 ۱۱ روکش باغ ارم شد ادبست
 ۱۲ و ۱۳ چہرہ خوشتر از باغ بہشت
 ۱۴ از عمارت گر بنا سازم سخن
 ۱۵ کنگرہ ہائے عمارت ہائے آن
 ۱۶ چار سوایش بوستان دلکش است
 ۱۷ سر و شمشادش بر خانی علم
 ۱۸ گل بہ خاں در دے خراں ہر طرف
 ۱۹ سینہ و اسازند گر اندر چین
 ۲۰ موج زان میوے شمشاد آب گنگ
 ۲۱ ہر یکے پاشند از کف مشت آب
 ۲۲ در جنوبش رود کے جلا رواں
 ۲۳ بست آنجا در گہ عرش اشتباہ
 ۲۴ تابع شاپی را شرف از فرق آن
 ۲۵ از قصورش قصر جنت پر قصور
 ۲۶ گرد گردش روغنہ جنت نشان
 تنہ زنگیں حنائے بستہ است
 منہ مشک نافہ چین مشک بو
 بندہ ناقص طبیعت و ام چہند
 و شب فکرت ہمید ان تا ختم
 بشنو اندر کتور بند بوستان
 نام آن شہر عظیم آباد بہست
 و صفت او باید بہ آب زر نوشت
 بر میر کرسی نشیند شہرین
 میزند خندہ بریش آسمان
 از نسیمش منہ عالم مشکماست
 عاشق و معشوق استادہ ہم
 در بغل خیشہ و جام مے بہمت
 گل ز صحبت چاک سازد پیرین
 چشمہ کوثر تجل زان آب و رنگ
 بر لباس خویشن بچوں گلاب
 نخل تار و انہ گردا گرد آن
 شاہ ارزان منظر نورانی
 بہست او صاحب ولایت در جہاں
 گنبدش تابندہ بچوں سر نہ دور
 در میان او نسیم خنبر نشان

۶ ابرو سے ، منہ سے چہرہ بہت
 ۷ شد ز خطر کیسویں ایسا مشک بو
 ۸ میوے بند زلف اپنی مثلیں برند
 ۹ درخشن فرحت تخدمیں مسختہ
 ۱۰ می کنند بزم سخن و ابستان
 ۱۱ روکش باغ ارم شد ادبست
 ۱۲ و ۱۳ چہرہ خوشتر از باغ بہشت
 ۱۴ از عمارت گر بنا سازم سخن
 ۱۵ کنگرہ ہائے عمارت ہائے آن
 ۱۶ چار سوایش بوستان دلکش است
 ۱۷ سر و شمشادش بر خانی علم
 ۱۸ گل بہ خاں در دے خراں ہر طرف
 ۱۹ سینہ و اسازند گر اندر چین
 ۲۰ موج زان میوے شمشاد آب گنگ
 ۲۱ ہر یکے پاشند از کف مشت آب
 ۲۲ در جنوبش رود کے جلا رواں
 ۲۳ بست آنجا در گہ عرش اشتباہ
 ۲۴ تابع شاپی را شرف از فرق آن
 ۲۵ از قصورش قصر جنت پر قصور
 ۲۶ گرد گردش روغنہ جنت نشان

۲۶ در میان سخن او جوین کلاں
 ۲۷ سوسه دولابش کند گر کس گزار
 ۲۸ وصف آن زین پیش گر سازم نظم
 ۲۹ نامه خود و سخاستد چون تمام
 ۳۰ موسم آغازش که از بس سعد بود
 ۳۱ سال آتش چو دل از عقل خواست
 ۳۲ دمیدم میگفت دل بر طبع این
 انتخاب اشارت در اول یعنی گنج شایگان در صنعت ذوالبحرین

حمد باری

اے که شد از ذکر تو شیرین مقال
 نام تو آرایش عنوان بود
 شد سخن از فیض تو آب روان
 حمد تو زاندازه فکر بر روان
 مدح تو افزون ز حد گفتگو
 نعت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی الله علیه و سلم
 سایه از رحمت و لطف خدا
 انفس و زبید تا قدر رفیع
 امجد و پیغمبر رب جلیس
 سینہ او مطلع انوار حق
 جبهه او منظر نور الاله
 ویکشت از فکر تو رنگین خیال
 مدح تو پیرایش دیوان بود
 پر گهر از مدح تو درج دہان
 وصف تو ز آوازه شهرت فزون
 جائے تو بیرون ز کد جستجو
 مایه زیبایش هر دو سرا
 اکرم دوالا قدر امت شافع
 از مشاء و بدراء او تبریل
 باطن او خزین اسرار حق
 اشواق حق را رخ او جاوہ گاہ

مقدم خود بر سر افلاک داشت
هم ملک از غذاشیہ داران اوست
مدح وے از قامہ کئے آید تمام
اشعار در مدح مخدوم شیخ سعدی
ایکہ دل از مدح تو دریائے زرف
وصف تو گلگاؤ نہ روئے سخن
رونق ملک سخن از روئے تست
نام تو ورد دل الہ باب ہوش
مقبیل حق حضرت سعدی توئی
ناطقہ از ذکر تو شیریں بود
خامہ من مصرعہ برجستہ گشت
مصرعہ فکرم پر پروانہ ایست
خاطر من گل شد و طبعم چمن
مدح تو اکنون کنم از چار بحر
انتخاب اشعار در صنعت چہار بحر

ایکہ شد از در تو زیب سخن
قطرہ از جوئے تو جو د کثیر
نغمہ از خطہ تو مشکب تبار
در صنعت سد بحر
مدح تو از حد من آمد برود
پر گہرا از در تو جیب سخن
ذرہ از جوئے تو مہر منیر
رشیہ از تیم تو ابر بہار
وصف تو از کد من آمد نرود

کن نگہ از رانتِ خود سعدیا
بر رخم اینک در راحت کشا
مزرعہ امید من از لطف خویش
تازہ و سرسبز کن از لطف خویش
در سخن اے فرحت خوش گوشت
بیل خوش نعمت بقوا حمید من
قسمہ از حاتم طی باز خواں
شہرہ جو دشمن فکن اندر جہاں
از سر گنجینہ دل ریز دور
دامن عالم بکن از گنج پور
بس سخن از حاتم طی ہی کنم
صنعت بحر این ہمہ طی ہی کنم
اس کے بعد حاتم طائی کا قصہ شروع کیا ہے

(۱۷) **آلفت** راءے منگل سین قوم کا ایستہ باشندہ عظیم آباد شاگرد
قلندر بخش جرات لکھنوی تذکرہ عمدہ منتخبہ نمبر ۳۱۶ مملو کہ اندیا آفس بریری
لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

"الوقت راءے منگل سین کایت شمع ذہن و خوش انشا شاگرد قلندر
بخش جرات، متوطن عظیم آباد ہیں۔ بے بعلاقہ دار و دار بخلافیت (دہلی) گشتہ
غزل حاجی در مشاعرہ خواندہ بود این شعر دریں مجموعہ ثبت نموده شد۔
اس طرح چھپ گھر باد گے گردو چار
ہر قدم پر یاں تلک آنے میں سو سونا تیر
تذکرہ سخن شاعر اور تاریخ شعراے ہمارا ہی ان کا ایک شعر آیا
جاتا ہے۔ خرم خانہ جاوید میں ان کا ذکر مختصراً ملتا ہے۔

(۱۸) **شورش** بابو کند لال غلام احمد دیوانہ قوم ہندو
میں نے ایک ضخیم مثنوی فارسی میں اور ایک اردو میں مثنوی جو ناباب ہے۔
اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اختلاف ہے۔

تاریخ شہر اسے بہار میں اردو مثنوی کا یہ شعر درج ہے۔

کبھی میرا پٹنہ بہشت بریا تھا جواب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا
(۱۹) شوق۔ بابو شیو گوپال عورت کا کا جی ساکن عظیم آباد تجارت اور
 ہما بھتی کا پیشہ کرتے تھے۔ گارسن و تاسی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے تاریخ
 شہر اسے بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا وہ نقل کیا جاتا ہے۔

دامن کو تیرے خون نہ رہے بن بھجے ہوئے چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل کرے ہوئے
(۲۰) بیتاب۔ سنتو کھ رائے باشندہ عظیم آباد تذکرہ عشقی میں ان کو
 نازک مزاج اور کتب بینی کا شائق لکھا ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے نصیب میں کسی کا فر کے یہ بلا نہ کرے
 میر حسن نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر اور کلام درج کیا ہے جو ذیل
 میں درج کیا جاتا ہے۔

سنتو کھ رائے المتخلص بہ بیتاب۔ از تذکرہ قائم معلوم شد کہ کم دماغ
 و خلوت دوست بود، معلوم نیست کہ احوال کچا مت، در آں زمان زور
 طبعش بروز مانند بلاں در ترقی بود و ربط کلام را خوب می فهمید و غذایش
 زذہ دارد، از دست ۵

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی رام سے ہم پھس گئے قید نفس میں جو چھٹے دم سے ہم
 اپنے مذہب میں ہر اک شرط طریق اہل میں کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں اسلام سے ہم

محبت کی بھی کچھ بولتی ہیں کیا اے ہم نشین ہیں کہ خواباں یوں ہیں کھ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں
 ادھر نالہ کیا ادھر دھردہ معطر ہو چلا آیا عجب دن تھے وہ تن روزوں میں کتنی تھیں انرا ہیں

سبزے پہ اس کے خط کے نہ مارا گیا میں ایک
جی میں ہے اس کی بات میں اب پھر نہ لولے

اس گلی زمیں میں کھیت ہزاروں جواں ہے
لیکن کسی طرح جو یہ کا خر نہ باں ہے

محبت اب تلک کھتی ہے یہ تاثیر مخدوں کی
کر بن لیلی کہیں کھنچتی تہیں تصویر مخدوں کی

میں کیا خلل نہ اٹھائے تلک کھینے سے
تو اپنا دل سامرا دل نہ سمجھو ہر قسم

عشق میں گاہے غسل گزینش ہے
نہت نیا یاں ماہرا درمیش ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے
نصیب میں کسی کا فر کے یہ بلا نہ کرے

رباعی

یاں آئے ہم اپنے مدعا کو بھوے
دنیا کی تلاش میں گنوا کی سب عمر

مل مل کے غیروں سے آشنا کو بھولے
اس سس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

تاریخ شعرا سے ہمار میں بھی ان کا مختصر حال اور ایک شعر درج ہے
جو غائبانہ حسن کے تذکرہ سے ماخوذ ہے۔

متوسطین ہندو شعراے بہار

(۴) الفقی۔ راجا پیارے لال ابن راجے سکھن جی قوم کاسستہ ماکھڑ۔
 ابانی دہن سکند۔ یہ متصل اگرہ تھا۔ عرصہ تک دہلی میں رہے اسلئے خود کو
 دہلوی کہتے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے منشی تھے رزیدنٹ سے ناچاتی ہونے
 کے سبب ترکا، ملازمت کر کے عظیم آباد چلے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔
 ایسٹ انڈیا کمپنی سے پندرہ سو چھتیس روپیہ سالانہ پنشن مقرر ہو گئی تھی۔
 عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور انشا پر دازی اور شاعری
 میں مشہور تھے عظیم آباد اور اطراف بہار میں ان کے مقعد ہندو اور مسلمان
 شاگرد رکھتے۔ ان کے بعد بھی ان کے پوتے کنور سکھراج بہادر رحمتمی کے وقت
 تک ان کے سلسلہ کے شاگرد اکثر تخلص میں یاے نسبتی کا التزام رکھتے تھے
 چنانچہ رحمتمی و خیرتی و حتمتی وغیرہ نے اپنے تخلص میں یہی رعایت ملحوظ رکھی
 تھی۔ الفقی کے خانگی کتب خانہ میں کئی ہزار نادر قلمی کتابیں تھیں۔ خود ان کی
 تصنیف سے مشہور شیرنگ تقدیر اور مینا بازار کے علاوہ فارسی دیوان
 غزلیات یادگار ہے۔ فارسی دیوان کو ان کے پوتے رحمتمی نے سنہ ۱۸۷۶ء
 میں طبع کرایا تھا وہ راقم کی نظر سے گزرا ہے اور اسی کے کچھ اشعار بطور
 مشتمل نمونہ از خردوارے اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ الفقی نے ۲۶ صفر ۱۲۵۵ھ

روز پختہ کو انتقال کیا۔

چوں غنچہ جز سکوت نباشد بیان ما
بیچید شد زبان سخن درد بان ما
در دشت پر بلاے جنوں نیست آفتی
جز موج ریگ اشک و ال کاروان ما
تا شیر غمزہ ات ز دل تا توان گذشت
آہم ز نہ فلک شد و از لامکان گذشت
نازم ز بخت تیرہ کہ چوں بلبل نفس
بر یک و تیرہ فصل بہار و خزاں گذشت
خوش آنکہ در محبت جانانہ آفتی
از رنج دہر دراحت خلد و جہاں گذشت

ریختہ میں ان کا صرف ایک شعر تذکرہ میں پایا گیا

خاکساری سے مثال نقش پا جس جگہ میٹھے وہیں کے ہو گئے

خیم خانہ جاوید میں لالہ سری رام نے ان کا حال بہت مختصر لکھا ہے۔

(۲۲) دماغ - منشی گنگا لال خلف منشی کنہیا لال ساکن میران پور ندوہ

ضلع گیا۔ اردو اور فارسی کے علاوہ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ ایک دیوان
غیر مطبوعہ موسوم بہ گلشن بیجا یادگار چھوڑا ۱۲۶۵ھ میں بعمر ستر سال
انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ایک ہی شکل کو دو کر کے دکھا دیتی ہے
گلشن حسن پر بہار نہیں
قتل کو بس ہے خیر آبرو
جو ہر آئینہ قاتل تری تلوار میں ہے
کنگھی چوٹی نہیں منڈکا نہیں
حاجت تیغ آبدار نہیں
باغ عالم میں گل کھلا ہے کچھ
لے جنوں موسم بہار نہیں
تیری زلفوں سے اماں ہے کسے یار آج کی رات
انہیں دکالوں نے دکھائیں لائے کی رات
درد دل سے جو کر رہا تو وہ ہنس کر لوے
جاں باب کوں ہے آوارہ دیہات کی رات
عصاف ہو وصل میں عاشق سے کہ دور کیسی
میری جان و گروہ دل سے جدا کی رات

وہ شب ماہ میں آئے ہیں جو افشاں چن کر چاندنی دہری دکھاتی ہے بہار آج کی رات

غم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر اور انہیں اشعار میں سے پانچ اشعار ہیں۔

(۲۳) ضمیر۔ کنور پیر الال خلف راجا پیارے الال الفتی مولد و مسکن

عظیم آباد۔ درسیات عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے اور علم ہندو

اقلیدس، ہیئت کے علاوہ عروہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ چند

سال محکمہ بورڈ کمشنر وافیون میں سرشتہ داری کے عہدے پر ممتاز تھے۔

۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ اردو اشعار دیکھنے میں نہیں آئے فارسی کلام

کا نمونہ یہ ہے۔

از سینہ سوزاں بفلک نالہ فرستم وز دیدہ گریاں بزمیں ژالہ فرستم

تائیک نشانش دید از صورت عالم نامہ نویسم و گل لالہ فرستم

(۲۴) نائب۔ منشی بھگوان دین ابن منشی منگل سین قوم کالیستہ ساکن

اردو یا ضلع پورنیہ تلمیذ منشی شکر لال صاحب ساکن ندوہ ضلع گیا ۱۲۴۱ھ

میں باون برس کی عمر میں انتقال کیا۔ تاریخ شعراے بہار سے ان کے

یہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں

دھونڈتا ہوں نہیں جو میں نائب خانہ دل سے وہ نکلتے ہیں

(۲۵) حنفی۔ تخلص اور راجا بابو نام ساکن عظیم آباد، سخن شعرا اور

تاریخ شعراے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہے خنک از بس ہواے گرم ساقی جلد کرم عجبیت ہوگی زیب انجمن ہو جائیگا

دیکھ حنبل کو چین میں یاد آئے اس کے بال حاصل اس گلگشت سے آخر پریشانی ہوئی

(۲۶) شوق۔ لاد ٹیک پر شاد کا لیٹھ ماحقر ساکن عظیم آباد راجا
 پیارے لال الفتی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذی علم اور مشتاق
 شاعر تھے۔ فیوس کہ ان کا کلام دستیاب نہ ہوا۔ لیکن ایک رسالہ موسوم
 بہ دھرم پالک جو از کمند لال رائے بنادر آنریری سرجن وایس رائے ہند
 کے رسالہ دھرم شاستر کے جواب میں ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس میں
 شوق کی ایک نظم ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ جوابی رسالہ لال
 رفعت بہادر کا لیٹھ ماحقر عظیم آبادی کا مرتب کیا ہوا ہے اس میں ذوالج
 بیوگان نابالغ کو ہندو دھرم کے خلاف بتایا ہے۔

نظم شوق

جو لکھوں تیری شان میں کم ہے	منظر جود و فخر عالم ہے
آسماں تیرے استاں پہ سدا	بے تسلیم سر کئے خم ہے
مہر بھی تیرے آستانے پر	ڈرہ ساں بندگی میں ہر دم ہے
ماہ طلعت ہواں کوئی تجھسا	دور میں چرخ پیر کے کم ہے
تیرے زور شباب کے آگے	صفت پیر زوال رستم ہے
تیرے در کا گدا تو نگر ہے	جام فقر اس کا ساغر خم ہے
نام نامی تیرا سلیمان وار	نقش ہر دل پہ مثل خاتم ہے
بحر فیض آپ کا روانی میں	تشنہ کا یوں کے واسطے یم ہے
ہیں تو نگر بھی تیرے دست نگر	وکر م میں بھووں سے اکرم ہے
تیرا الطاف ہر دوست ہے قند	قر تیرا ہے عدو سسم ہے
گل میں خواہاں نسیم شفقت کے	لمتی آبرو کی شبہم ہے

شوق خستہ کی یہ دعا حق سے سحر و شام بس یہ بردم ہے
یا الہی اسے تو شاداں کر مہر جب تک فلک پہ قائم ہے
(۲۷) شکیب۔ منشی ہیرالال عظیم آبادی مشاق اور صاحب تلامذہ
شاعر تھے۔ اسے بیجا تھو پر شاد غنیمت کے مشاعرہ کی قلمی بیاض مورخہ
۱۲۷۱ھ میں ان کی ایک غزل ملی جو اس جگہ درج کی جاتی ہے کملہ پر شاد
عاجز انہیں کے شاگرد تھے۔

کس دن نہ ناک بھوں تری اے ناز میں چڑھی
شوخی سے اپنی کرکئی نظروں سے گل کے
مر کر بھی ہم اٹھیں گے نہ کوچہ سے یار کے
دامن چھو اجنتوں نے سران کے اتر چکے
گل دیکھنے کے لائے پڑیں گے اے عندلیب
رہ بامیں گے دھڑے یہ رقیبوں کے داؤ پیچ
کیونکر نہ اس غزل پہ ہمیں ناز ہو شکیب

(۲۸) شوکتی۔ کنویر باج بہادر پسر دہلی کنویر ہیرالال عظیم آبادی
دہلیہ راجہ پیارے لال الفتی ان کا کلام دستیاب نہ ہوا لیکن ان کی تصنیف
سے ایک رسالہ موسوم بہ محیط القوافی ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ان کے
وارث کنویر جگدیش بہادر کے پاس راقم نے دیکھا تھا اور اس کے دیباچہ
اور ترتیمہ کو نقل کر لیا تھا اس میں اور ضروری باتوں کے علاوہ خود ان کی
صلاحیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس عہد کے چند مشاہیر شعرا کا بھی
ذکر ہے اسلئے اس کو اس جگہ درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

" اما بعد ہرزہ گوے بادیہ گرد و حشت و پریشانی پریشانی بکار صحرا
 نور و جہل و نادانی کنور باج بہادر متخلص بشوکتی و وہیں پور جناب کنور
 ہیرالال ضمیر ارشد خلیفہ راہہ پیارے لال قبلہ الفتی دہلوی چنیس میگوید
 کہ در آوان تحصیل این مجنون و لباختہ بیلایے سخن را انچه از قواعد توانی
 در رسایل معتمد اساتذہ متقدمین و متاخرین مثل حدائق المعجم من تصنیف
 محمد بن قیس و رسالہ معیار الاشعار من تصنیف محمد حسن خواجہ نعیر الدین طوسی
 و رسالہ قافیہ من تصنیف مولانا جامی و رسالہ قافیہ من تصنیف ملا کاہی نفایس
 الفنون من تالیف محمود بن محمد الہامی و حدائق و رسالہ وافیہ من تالیف
 شمس الدین فقیر و رسالہ کافیہ القافیہ من تالیف محمد تقی اوسدی البنانی
 و رسالہ قافیہ عطا اللہ من تالیف عطاء الدین محمود الحسینی و رسالہ مخزن الفوا
 من تالیف محمد خالق بن علام حسین و رسالہ کامل العروہ من تالیف نذرت احمد بن حافظ
 عنایت احمد و رسالہ قافیہ من تالیف محمد روشن متخلص بہ جوشش و دریائے
 لطافت الش و قتیل و رسالہ چہار شربت من تالیف خاص مرزا قتیل
 و میرات القوانی من تالیف شاہ بخش حسین و حشیش من تلامذہ جناب
 راہہ پیارے لال الفتی دہلوی و تقویت الشعرا من تالیف امام الدین طائب
 بہ نظر در آمدہ و ہم زبان مبارک رب خیل کاروان نکتہ دانی و سر رفتہ نکتہ
 رسان الفاظ و معانی فرید و ہر و جید عصر استاد ماحضرت عبرتی بہ وزیر علی
 صاحب قید مظلہ شہودہ بخاطر خاطر محفوظ داشت و از عرصہ دیر از خیل متمنی
 و آرزو مند بود کہ آنچہ رات اشعار امشد و اختلاف مذاہب بطرزے کہ
 موجب بصیرت ہتدیان این علم گردد و جمع کند و از خود بسفہ زمانہ یادگار

گزارد اما از شدت پریشان خاطر ی نقش این تمنا صورت نمی بست اکنون کہ

۱۲۶۹ یکم از اردو آمد و شصت و نهم از ہجرت النبوی است نظر بہ تعلیم
عزیز بر خود دار خود کنور سکھراج بہادر ارفعہ اللہ تعالیٰ علما نافعاً و فہماً کاملًا
و حقلاً سلیمًا و ہم باظہار قسط و سب و شوق با عیان حلیقہ سخن چمن پر ای
حقایت این نادرہ فن مشفق سید امدق حسین صاحب زادہ لطفہ کہ بار
بس ہر فرد شہاد دار و این ہمہ را فراہم نمودہ . بجائے فصل منقسم بدہ چشمہ
و یک مقدمہ و خاتمہ ساختہ رنگ تسوید داد و مسمی بہ بحیو القوافی ساختہ
ترقیمہ " بخام بندہ کنور باج بہادر خلف کنور بہیرالال صاحب قبلہ ضمیر
بکینہہ باشی نمیرہ جناب راہہ پیارے لال صاحب قبلہ الفتی دہلوی بکینہہ باشی
بمقام عظیم آباد کوچہ فرخ خاں متصل مسجد غنبرہ۔

یہ نادر رسالہ دیسی اردو کی کاغذ پر لکھا ہوا تھا تخمیناً ڈھائی سو
صفحے ہوں گے اور ہر صفحہ ۱۸ x ۸ انچ ہو گا۔

(۲۹) رقعہ منشی سمبوت کالیستہ امست ساکن موضع موساپور
پرگنہ سر بسا دمنظر پورہ راہہ پیارے لال الفتی کے شاگرد تھے۔ تاریخ آئینہ
ترہت میں ان کا صرف اسم قدر ذکر ہے۔۔۔

" منشی سمبوت کالیستہ امست ساکن موضع موساپور پرگنہ سر بسا
مرد شریف و نجیب عالی خاندان تھے علوم عربیہ و فارسیہ سب کچھ جانتے
تھے اپنی برادری میں طاق تھے منشی گیری میں شہرہ آفاق تھے۔ راہہ پیار لال
عظیم آبادی کے شاگرد تھے دربار میں مہاراجہ جھڑ سنگ بہادر در بھنگا
د ۱۲۱۲ھ فصلی تا ۱۲۴۶ھ فصلی (مربط ۱۸۳۹ء) کے ذکر کرتے۔ مرگے

راقم کو معلوم نہیں کہ ان کے وارث ہیں یا نہیں۔“

اتفاق سے اجاگر چند لغت کے دیوان میں ان کا کہا ہوا ایک قطعہ عنردی عبارت کے ساتھ خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نظر سے گزرا وہ مجسہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے اس سے ان کی قابلیت اور صلاحیت پر روشنی پڑتی ہے۔

”قطعہ مسیحی یہ کارنامہ در وصف و سال بنا، چاہ در بحر ہرج و مرجات از افکار بندہ، میچراں سنچودت متخلص بہ رفعتی۔“

تا ہر گو بند گوسش چہ پختہ نمود	از سال بنا و وصف دے طبع فہیم
از فصلی و ہجری و مسیحی سمیت	ہر چارہ دریں دو بیت کردم ترقیم
بناہ بعد فغان مزیم و سرد و خشک	شیریں ہمزہ آمد از آب تسنیم
۱۲۳۲ فصلی	۱۲۴۰ ہجری

خوش بامزہ و اندلسی ہجو زلال	کوثر بہ لطافت دے آبست جمیم
۱۸۸۲ سمیت	۱۸۲۵ عیسوی

الطبیق سنین چارگانہ باہم	تا حال ندیدہ شدہ اسلاف قدیم
انصاف کہ رفعتی چہ در سفتہ بدیع	ایں طرز چو آفتنی نمودش تعلیم
سا کا شود۔ عیاں بطرز توشیح	بادل چو تاملے کند طبع سلیم
سا کا بطریق توشیح۔ ۱۷۴۷	

مختفی نماند کہ ایں طرز تاریخ از محترعات الفتی است مظلہ و تفصیل انکہ چون اعداد حروف اوایل و اواخر ابیات بطریق توشیح بادل لفظ طبع حرف باست (ب) و مصرعہ آخر شعر براں است جمع آرند سا کا سال،

کہ درتقاویم ہندیہ مندرج است بہم می رسد و از چہارہ صاریع اواسط
کہ مشتمل بر وصف آب و بنا و چاہ است از مصرع اول سال فصلی دانہ
دوم بھری و از سوم سمبیت و از چہارم عیسوی می برآید فاقہم۔
سا کا سال اس طور پڑھتا ہے کہ ہر شعر کے اول اور آخر حرف کے
عدد کو جمع کر کے لفظ طبع کے دل یعنی درمیانی حرف ب کے دو عدد کو
جوڑ دینے سے ۱۷۴۷ ہوتے ہیں۔

(۳۰) پانڈے موہن لال ساکن بکنٹھ پور متصل خسرو پور۔ اردو کے
اچھے شاعر تھے ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۷ء میں انتقال کیا
گو رنر جنرل ہسٹنگس کے مانیٹوں میں تھے۔ ہسٹنگس نے کتاب انشلے
ہر کرن کا ایک قلمی نسخہ بھی ان کو بطور تحفہ دیا تھا جو ان کے درشا کے پاس
موجود تھا۔ ایک عرصہ تک پورنیہ میں قانون پیشہ کی حیثیت سے مشیر رہے
اور اس پیشہ میں اس قدر فروغ پایا کہ بہت سی خاندانی ملکیت جس کو ان کے
بزرگوں نے فضول خرچی سے کھو دیا تھا دوبارہ حاصل کی۔ ان کے حالات
اور شاعری کا ذکر ایک مطبوعہ انگریزی رسالہ مولفہ پانڈے رام چندر سہا
ام۔ اے۔ بی۔ ال) میں راقم کی نظر سے گزرے۔ یہ رسالہ پانڈے
دیو ندر سہاے صاحب عرف ڈپوک بابو آنرری مجسٹریٹ ساکن خسرو پور
نے راقم کو دکھایا جو پانڈے موہن لال کے خاندان سے ہیں۔ انہیں سے
معلوم ہوا کہ زیادہ قرینہ ہے کہ اردو کلام ضائع ہو گیا لیکن ممکن ہے
کہ دوسرے قرابت مندوں کے پاس کچھ محفوظ رہ گیا ہو۔
ان کا سنہ ولادت ۱۸۷۷ء جو مذکور ہوا وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا

اسلئے کہ لارڈ ہسٹنگس ۱۸۱۳ء میں گورنر جنرل ہو کر آئے اور پانچ برس سے کچھ زیادہ یہاں رہے اس وقت پانڈے موہن لال کی عمر پندرہ سال کے قریب ہو گئی اور اس عمر میں گورنر جنرل کا منشی مقرر ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۳۱) محنتی۔ منشی ہریر ناتھ باشندہ عظیم آباد۔ تحفہ انجمن تہمتی یعنی رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۲۵ھ کے گلدستہ میں ان کو "از کمین تلامذہ جناب پیارے لال صاحب آلفتی" لکھا ہے۔ تاریخ شعراے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے۔ آلفتی کے انتقال کے بعد یہ میر وزیر علی خجرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے۔ مشاعرہ سوم و چہارم کے گلدستوں سے ان کا کلام اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

غزل فارسی

تو بامن کردگار من چہ کردی	چنین بد روزگار من چہ کردی
چساں لا تقنطوا اگر د یقینم	بخاتم از چہ کار من چہ کردی
حذر کردم بہ نام شروع و ممنوع	دے آمرزگار من چہ کردی
قوی می داشتم امید الفت	زبوں حال نزار من چہ کردی
چو کردم اعتراف از جرم و توبہ	عطاے خویش و کار من چہ کردی
دل ددیں باختتم در عشق لیکن	ز گفتی و تفکار من چہ کردی
نذاستم کہ چندیں بیوفائی	سخن با غیر یار من چہ کردی
رخت بینم گل رویے تو چہ نیم	دگر بیچ از تو یار من چہ کردی
ہدف کردی مرا از تیر مژگان	چہ مشت بر شکار من چہ کردی
نباشد محنتی را جز تو یارے	بکن رحمے نکار من چہ کردی

کب تک رہوں خستہ تن ہمیشہ
 بیانی کے فراق میں بصد آہ
 شیریں نے کیا کبھی نہ کچھ رحم
 یوسفؑ کی تلاش میں تو یعقوب
 کیا سود پڑھوں لکھوں جنوں میں
 اے چرخ مری مسافرت میں
 ایام شباب میں روا ہے
 استاد کی تربیت سے جھکو
 یارِت جلیل رحمتی کا
 اب عشق میں محنتی کو شیدا
 درجنو نم چو سر مہر تباہم دادند
 تا مرا عشق بت سرو چہ نام دادند
 عشوہ و غمزہ او نوک سناہم دادند
 در ہوایش جو مرا شور و فغاں گشت فرو
 زالتش بحر مرا سوز و گداز است وے
 ہر چہ رفت از توستم نیست مرا شکوہ نہ رنج
 گفتم از ساقی کو تر کہ بدہ آب نہ لال
 بادہ ہوشش با معیہ گم دادند

محنتی ہرزہ پیو یاد یہ عشق بلاست

کو چہ یار مرا جاے امانم دادند

(۳۲) دھرم منشی دھرم لال ساکن دانا پور پٹنہ ۱۸۸۷ء کے قریب مشق
سخن کرتے تھے گلدستہ بہار مرتبہ عطا بہاری و عاصی بہاری نے ان کی یہ
غزل شایع ہوئی تھی۔

چلا چل کو پہ جانا میں اے دل شاداں ہو کر
تم اپنے کشتہ کو صاحب ذرا آ کر چلاؤ تو
نہ تمسا خوبرو میں نے کہیں پایا زمانہ میں
تمہارے حسن نور فزانیہ کیں آنکھیں یی وشن
گلتاں جہاں ہیں بوجب لغت کی نہیں پاتی
تیاں ہوں صورت سبیل خدا کے واسطے قاتل
گل و بیل کے نظارہ سے کب دشا ہوئے ہیں
مجھے دست حنائی پار کا جب یاد آتا ہے
دھرم کا آرزو یہ ہے کہ تیرے باغ سے گل

(۳۳) فقیر۔ لالہ لوکناٹھ سہائے ساکن موضع بچونا پرگنہ نرہٹ ضلع گیا۔
۱۸۸۷ء کے تک بھگ مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار میں ان کی غزل
شایع ہوئی تھی۔

یہ دل کھلا رہا جو مثل غنیمت بے زبان ہو کر
چلا ہے اودل راحت اللہ کا شاواں ہو کر
بھلا ہے باغ میں چلے سے رہا باغیاں ہو کر
نہیں لازم ستم کرنا نسیم و نسماں ہو کر
نگہاں رہا شب میر گھر میں یا سباں ہو کر
گیا ہے شہر تن کو جو وہ خمد ہاں ہو کر
مجھے درد و الم میں چھوڑ کر غیروں سے ملنے کو
سنا جاتا ہے کل پھر کلمہ دن جائے گلشن میں
ہمیشہ آپ کو ہم بیان کا مونس سمجھتے ہیں
خیال زلف میں اس کے راہ میں شام سے بے خود

نہ پرسان ہے کوئی حسن کا اے یوسف ثانی ہو ابا زار ازراں کا پہلے گراں ہو کر
 رسائی شیر ممکن ہو فقیر اس شاہ کے گھر میں اگر ہے شوق ملنے کا تو جا اب بڈاں ہو کر
 (۳۴) کہیں۔ لالہ کھچی نراین۔ محلہ دھولپورہ میں کچھ عرصہ تک مقیم تھے
 اور عدالت میں وکالت کرتے تھے۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی ایک
 مزاحیہ غزل ایک بیان میں جو فی الحال چٹنہ یونیورسٹی کی ملک ہے پائی وہ اس جگہ
 نقل کی جاتی ہے۔

ہر قطرہ سرشک کو گوہر بنا دیا آنکھوں نے اپنی ہم کو دھتر بنا دیا
 اب تم مجھے ستاتے ہو اے جان کس لئے کپڑے تمہیں بنا دے زیور بنا دیا
 ہوتا مجھے بھی قرب وہ محل نشین کا اللہ نے نہ کیوں مجھے اختر بنا دیا
 آتے ہیں تھوڑے تھوڑے کے اس دریا پر غم آنکھوں نے میری ہتھیا کھتر بنا دیا
 فیصل ہوا نہ ربح و الم کا مقدمہ گو دل کو میں نے ڈپی کلکتر بنا دیا
 کم نفل بوم سے نہیں پر تو وکیل کا جس باغ پر پڑا اسے کھنڈر بنا دیا
 (۳۵) پرشن۔ منشی پرشن لال ساکن موضع پچونا پرگنہ نزد ہٹ ضلع گیا
 شاہ عطا حسین صاحب عطا بہاری اور شیخ محمد خیرات حسین صاحب عاصی
 نے قصبہ بہار سے جاری کیا تھا شایع ہوا تھا اس گلدستہ کا ایک پرچہ نمبر ۶۶۹
 کتب خانہ مشرقی۔ چٹنہ میں اب تک محفوظ ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

چلو اب ہر استقبال اس کے تم اے پرشن سنا ہے وہ چلا آتا میری یہاں ہو کر
 (۳۶) اختر۔ لالہ درشن لال صاحب۔ منشی پرشن لال پرشن کے بھائی تھے
 اور انہیں کے کلام کے ساتھ ان کی غزل بھی شایع ہوئی تھی ایک غزل یہ ہے۔

لکھا ہے ایک خط اس نے مجھے بھی دیا ہو کر
 کیا غریب احوال اس میں اپنا مہرباں ہو کر
 یہ ساخت تھی بہت اس جو قاصد کے خط آیا
 پڑھا میں نے دل و جاں سے کیا شاداں ہو کر
 لگاتے ہی تھے خط کو منور ہو گئیں آنکھیں
 سیاہ خط نے بختا نور محکو نور جاں ہو کر
 مے گھر میں ہوا ہمان جو وہ غیرت گلشن
 کھلا میرا دل پڑ مردہ مثل بوستاں ہو کر
 کیا اختر کر چیا ایشادے دیر اسی عنوان
 کر د آنکھیں منور عاشقیوں کی نور جاں ہو کر

(۳۷) **قطرت** - منشی بہاری لال ولد بابو جے کشن لال بن منشی من ہری
 لال بن منشی سر دپ سنگھ دوم کا بیٹھہ سری باستو سالکون وزیریندار قصبہ
 درہ پور کا وکیل عدالت منصف منشی صرف و نحو غربی مولوی امیر علی اور آبادی سے
 اور کچھ دن مولانا امام شاہ اور مولانا بہرام شاہ سے پڑھی تھی اور فائز
 میں لغز و بینا بازار و پنج رات و وقایع نعمت خان عالی و قضاید بدر
 چاچ و دیوان غنی و تصانیف ابوالفضل و کلیات خاقانی و دیوان اتوری
 و نادر علی کا درس بھی مولوی امیر علی ہی سے لیا تھا۔ اردو شاعری میں مولوی
 مرشد حسن کامل مظفر پوری کے شاگرد رشید تھے۔ ۱۲۵۸ء میں وکالت کا امتحان
 دیکر منصب وکالت درجہ دوم حاصل کیا۔ ۱۲۷۶ء میں آنرری مجسٹریٹ
 درجہ سوم مقرر ہوئے۔ دوسرے سال وکیل سرکاری کے عہدہ پر کام
 کرنے لگے۔

۱۲۹۷ء مطابق ۱۲۸۸ء موافق ۱۹۳۷ء سمیت میں انہوں نے

کتاب آئینہ ترمیم تالیف کی جس میں ترمیم کے تاریخی واقعات کے علاوہ
 بہترے نامور اشخاص کے حالات بھی درج کئے ہیں۔ خود ان کے حالات
 اور نمونہ کلام اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ غزل ملاحظہ ہو۔

روئے تباہاں کو جو دیکھا بولے قادیان دیکھے

وٹوٹے پھرتے ہیں ہم اور آپ چھپتے پھرتے ہیں

جوڑتے ہیں ہاتھ ہم تم پاؤں دکھلاتے نہیں

جان ہم دیتے ہیں اور تم لکھتے ہو تیغ تیز

ہر کھڑی نام خدا اس بات کو رہتی ہو فکر

تم نے بھی تک نہ دی اور ہم نے دل تک دیدیا

ہاتھ پائی جب میں تاروں کو کتا ہوا طفل

ہم تو کہتے ہیں صفت اور آپ گالی دیتے ہیں

بوسہ رخسار مانگا تو یہ فرمانے لگے

آپ غیروں تو ناحق روز بختا کرتے ہیں

جانب آئینہ زانو جو دیکھا بول اٹھے

پیار کی نظروں سے تو کب دیکھتے ہیں آپ دھڑ

شبنم۔ بابو بدری ناٹھ بابو بہاری لال فطرت کے حقیقی چوڑے

بھالی ہتھے خلیق اور سلیم الطبع تھے۔ فارسی اور اردو میں اچھی قابلیت

رکھتے تھے۔ شاعری میں مولوی مرشد حسن کامل کے شاگرد تھے۔ اپنی

ذہانت سے ایک قسم کے حروف ایجاد کئے تھے جس میں خط و کتابت بہت

اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ آئینہ تربت میں ان کی کئی غزلیں مندرج ہیں

بعض اشعار اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

غیروں کو تم پاس بٹھاتے ہو خوشی سے

کہتے ہیں ہا جب بوسہ رخ مانگے شبنم

آفتاب حشر تو دیکھا قیامت دیکھے

اپنی نفرت دیکھے اور میری رغبت دیکھے

اپنی نخوت دیکھے اور میری منت دیکھے

میری لعنت دیکھے اپنی عدوت دیکھے

چولی کنگھی کیجئے اور اپنی صورت دیکھئے

میری ہمت دیکھئے اور اپنی ہمت دیکھئے

میری طاقت دیکھئے اور اپنی طاقت دیکھئے

میری عاد دیکھئے اور اپنی عادت دیکھئے

جا کے منہ دھوئے اور اپنی کویت دیکھئے

اپنی عزت دیکھئے اور ان کی عزت دیکھئے

مثل آئینہ کہیں ہوئے نہ حیرت دیکھئے

چتوڑوں سے قہری کے ہوئے فطرت دیکھئے

یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا

یہ وہ ہے خزانہ جو لٹایا نہیں جاتا

جو سوز دل زار رکھنے لگے قلم بن گیا بچھری ہاتھ میں
تصور ہے شبہم جو مضمون کا قلم رہتا ہے ہر گھڑی ہاتھ میں
(۳۹) فقیر۔ منشی کیولا پر شاد ساکن مظفر پور۔ بڑے ذی علم
شاعر و ادیب اور خوش نویس تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو
میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور خوشنویسی میں خورشید رکنی مشہور
تھے صوفیوں سے خاص شغف اور عقیدت رکھتے تھے چنانچہ حضرت سید
شاہ علیم الدین عجمی قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ فریدوسیہ قنوج
سے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ مراسلت رکھتے تھے۔ موجودہ عبادتیں
عزیزی حکیم شیدہ تقی حسن عجمی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں فقیر کا
کچھ کلام اور دست خاص کی لکھی ہوئی وصلیوں میں فقیر کے طبع زاد
اشعار اور فقیر کا ایک خط موجود ہے ان کی نقلیں آئندہ سطور میں درج
کی جائیگی۔ گزشتہ سال اردو نمائش میں ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ اور
اس کے ساتھ ایک مثنوی جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت لکھی ہے پیش
کی گئی تھی اس کے اشعار سے معلوم ہوا کہ راجا رام نرائن موزوں اور
ان کے بھائی راجا واصل نرائن ان کے بزرگوں میں تھے بعض اشعار میں
میں احوال اپنا لکھوں مختصر نہیں کذب کا اس میں کچھ ہے اثر
کہ تھے ازیر گاہ من رنگ لال دو فرزند ان کو لکھوں ان کا حال
دو فرزندوں سے رام نرائن اور دھیرج نرائن مراد ہیں،
دویم وارث از روئے شہینگی؟ و لے بخت سے محکوم شہ زندگی؟
نہیں ہے معاش و نہیں ملکیت مگر اک وجہ رزق زین کیفیت

ہوے جبکہ ناظم ہمارا راج خود کہ از حاکمان سلف سبق برو
 ہوئے تھے ہمارا راج معزول جب ہوا ضبط جاگیر بھی اس سبب
 مشاہیرہ مقرر ہوا کچھ قلیل کہ گزرا برس دو برس اس سبب
 ہوئے جب ہمارا راج بیکٹھ باس ہوا قبضے میں جملہ ان کا معاش
 کہ تھے دارت از روئے شہینگی ریاست سے گزری بفرخندگی
 کہ اسم ان کا قتلے نواری لال نہ تھی کچھ کمی ان کو دولت و مال
 آگے چل کر انہوں نے لکھا ہے کہ یہ نواری لال کے دارت
 تھے لیکن ان کی وفات کے وقت کم سن ہونے کے سبب مخالف نے
 جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ فقیر کے دیوان کا کاتب اپنا نام شتاب رائے
 ساکن لودیکٹرہ پٹنہ بتاتا ہے کتابت ۱۲۷۷ھ فصلی کی ہے اس دیوان
 میں ایک رباعی دیا بہادر نجفی کی بھی ہے جس کی آخر بیت یہ ہے۔
 یہودہ نہ کر تو فکر دنیا نجفی کر عیش جہاں میں زندگانی جنتنگ
 معلوم نہیں دیا بہادر نجفی کون تھے۔

کتاب خانہ خالقہ فتوحہ سے جو کلام اور دھلیاں دستیاب
 ہوئی ہیں ان میں فقیر کی تصنیف سے ہفت بند لغت شریف ہے
 جس کے صفحہ اول پر یہ عبارت ہے۔

”بغایت الہی ہفت بند لغت شریف فقیر عاصی کپولا پرشاد
 خورشید رقی طبع زاد خود بقصبہ مظفر پور قلمی نمود۔ ۱۲۸۶ھ ہجری
 اس کا اول بند یہ ہے۔“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اے فریق ذات یا دنیا و دین
اسلام اے مقصد تنزیل قرآن میں
اسلام اے بارگاہت بارگاہ کبریا
اسلام اے بادشاہ انبیاء اولیا
اسلام اے شوکت تاج و علم و قلم
نام تو تسبیح باشد ہر ملک را بر فلک
سرور اسر دومرا از رحمت امیدوار
از طفیل خیر تو مودوم شد شر از جہان
ورودار و ہر نفس شتہا فقیر بے نوا
اسلام اے ذات پاکت رحمۃ للعالمین
اسلام اے صف شانت طاوہا و یاسین
اسلام اے استانت مہبط روح الامین
اسلام اے عقبیات بالائز از عرش پرین
اسلام اے جلوہ تو نور خالق بالیقین
رشتہ آن ربکہ اسلام با جہل امتین
رحمت للعالمینت گفت رب العالمین
خود خدا فرمود در شان تو خیر المرسلین
یا محمد مصطفیٰ و یا علی مرتضیٰ

آخری بند یعنی بند ہفتہ کے بعد جلی نزوف میں فقیر کی یہ رباعی
ہے ان کے دستخط کے ساتھ ہے۔

ہے نقل ہفت بند و تالیف فقیر کا
مولانے وہ غرض دیا اس فقیر کو
مشتی ہوں پائے تخت جناب امیر کا
چکرار ہا ہے ہوش فلک پر دبیر کا
(از فکر فقیر کا تب الحروف)

اس کے بعد دوسرے صفحہ پر ان کے ہاتھ کی لکھی ایک رباعی اس قدر
خوبصورت نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے کہ اگر اوقات المستعجم زندہ ہوتا تو
اس کی پوری داد مل سکتی تھی۔ دیکھنے والوں کا اس صفحہ سے نظر بٹانے کو جی
نہیں چاہتا ہے۔ بہر کیف اس کی نقل یہ ہے۔

بعنایت الہی

لے کشتور عیش زیر فرمان تو باد بر خلق و جہاں ہمیشہ احسان تو باد
ذات تو مقدس است و مقبول خدا این غب و ہزار عبد قربان تو باد
رہنہ عقیقت نہاد کیولا پر شاد خورشید رنمی

نقل خط (بنام سید شہاء علیم الدین بلخی قدس سرہ)
محضو معدن النور جناب قبذہ دنیا و دین و کعبہ عداقت پیشگان و اتق ایمن

دام کھنڈ و کرامتہ

آداب و تسلیم فدویانہ و عقیقت مندانہ بجا آوردہ عرض میرساند کہ با فقہا
الہی یا قبال جناب عالی مقرون خیریت بودہ بدعاے دولت مصروف
مستعدیت پس از مدت مدید پور و دہریانے یا رشیق سراپا دانش و تیز
یعنی منشی عبدالعزیز صاحب خیر و عافیت مزاج مبارک دریافتہ شکر خداوند کرم
بجا آوردہ بافضال بندگان حضور کمترین از عیواری لافہ شفاے طیبیت
و آداب شکرانہ ی رساند قبول خدمت بندگان عالی باد و زمانی مولوی فضل
حق صاحب شنیدہ بود کہ دایرہ دولت بندگان حضور جلوہ پیراے
این دیار خواہد بود حقا کہ کمال آرزو داشت مگر شومی طایع محروم ساخت
باز معلوم شد کہ بعد ایام بر شگال قدم فیض لزوم رونق افزائے ابن سواد
خواہد بود دیدہ باید کہ آن روز کدام روز کدام روز خواہد بود کہ گردن علین شریف
سرہ چشم خواہد نمود و امید دار کہ بندہ عقیقت نہاد حضور فیض پر نور
از عنایت کریمانہ محروم نہ ماند زیادہ عداوب

آرزو دارم کہ خاک آن قدم طویلاے چشم سازم دمدم

عرضی فندی نیاز عاصی کیولا پر شاد خورشید رقی ۶ ہم شہر ذالحجہ ۱۲۷۲ھ

از قصبہ مظفر پور۔

عرضی مکرر اینکہ از گلت اکثر خطوط تلف شدہ است بنا بر بلا گلت
بیرنگ ارسال داشت۔

سبا عی (بعنایت الہی)

فرض ہے مومن کو مرنا ماتم حسنین میں اس سے بہتر مرگ کی صورت نہیں کو غن میں
یا علی یہ بندہ عاجز فقیر بیوا ہونا خدا حسنین پر عشرہ کے شور و شین میں
(از فکر فقیر کاتب الحروف کیولا پر شاد خورشید رقی)

ول

کہتے ہیں عزا کو کہ صانع کرتے ہیں مجبور ہیں ہم سن کے قنع کرتے ہیں
ایمان ہے فقیر اس عزاے حسنین کافر ہیں وہ جو اس سے منع کرتے ہیں
(از فکر فقیر کیولا پر شاد خورشید رقی متخلص بفقیر
فقیر کی دہلیوں کے علاوہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہفت بند کاسنی
کی ایک نقل بھی نظر سے گذری۔

(۴۰) جنگ بہادر۔ متخلص باسم خود رائے کالکاسمائے رئیس اعظم
موضع بھکر اتملع مظفر پور کے بیٹے تھے۔ عربی فارسی اور اردو میں تصنیف
و تصانیف کا ذوق رکھتے تھے ان کا خاندان تربیت میں بہت ممتاز تھا۔ ان
اعباد عہد سلاطین تیموریہ میں علاقہ تربیت کے صدر قانون کو تھے خود رائے
جنگ بہادر انگریزوں کے عہد میں آنریری مجسٹریٹ کے عہدہ پر ممتاز تھے
تاریخ ولادت تخمیناً ۱۷۷۲ء دریافت ہوئی ہے۔ ان کی اولاد فیض سے

کئی کتابیں تھیں جو اب نایاب معلوم ہوتی ہیں کلام بھی نایاب ہے۔ بڑی تلاش کے بعد ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ایک قصیدہ نظر سے گزرا جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی میں موجود ہے وہی اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ ۱۸۶۵ء میں مظفر پور میں نمائش کے موقع پر گورنر جنرل اور سکام ضلع کی مدح میں کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیف سے ایک رسالہ عربی میں موسوم بہ سرور المحزونین مورخہ ۱۲۸۵ھ بھی راقم نے پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ خطوط میں محفوظ کر دیا ہے اس سے ان کی عربی دانی اور علم تصوف سے شغف کا پتا ملتا ہے۔

قصیدہ در ذکر مدح جناب لاٹ صاحب گورنر جنرل بہادر و محامد حاکمان ضلع واریاب کمیٹی نمائش گاہ مقام مظفر پور ضلع تربت چکبہ خامہ بندہ جنگ بہادر۔

پیدا کیا جو داور دوار نے جہاں
علم و ہنر سخاوت و اقبال و مردی
پر وضع ہر کسی کی نہیں یک لفظ یہ
جس پر کہ لطف حضرت پروردگار ہو
شام و عراق و روم و خراسان ملک ہیں
تا وسیع دھونڈا عقل نے عنقا سے علم کو
لاریب وہ زمین ہے گنجینہ علوم
مینو سواد اس کو جو کہئے تو ہے بجا
شہر اس کے ہیں نفیس رضواں بھی کھل کر
کتم عدم سے جلوہ خلقت کیا عیاں
بخشنا خدا نے عالم انساں کو بگیاں
بیشک کمی و بیشی ہر فرد میں عیاں
عنصر میں اس کے پانچوں مرکب ہیں بگیاں
تاتار اور ختن و خطا اور سیستان
پایانہ غیر خطہ یورپ میں کچھ نشان
ہر علم و ہنر میں ہی سبقت سب کو داں
یا غیرت اہم کھوں یار و کش جہاں
قطرات سلسبیل میں خجالت ہو نہاں

شادابی اور شگفتگی نہ بہت فزائیہ
جنت کا کیوں لگاں نہ ہوا تار خلد کے
نہیں ہیں سلسبیل و مکانات قصر خلد
اشجار و اداں کے ہمسر طوبی میں طیف میں
ہے خاک ایسی مشک جسے دیکھ پوہا
نسرین تشریف چنبیلی ہیں جن کے نام
ابر بہار کا تو سدا و اداں قیام ہے
بادِ سحر میں لطف یہ ظاہر ہے بر ملا
آب و ہوا و اداں کی نہایت ہو دل پر
پوچھے جو کوئی دیکھا ہے تم نے کبھی ملک
کہنے کو بس جواب یہ کافی و خصم سے
علم و ہنر کا ذکر کروں اداں کے کیا مجال
حکمائے ماسبق کی وہی دس کا ہے
نام ہنر سے پہلے کسی کو نہ علم تھا
قربوں میں اور مصروں میں اضلاع میں کام
گو آنکھ والے... پشت فلک یہ دس
شامان ماسبق کا جو کچھ اختراع ہے
گردوں سے اس کے درگاہ عالی کے کھوں
نایاب مستند ہوا اس جہان سے
عنقا اب اس دیار میں وہ ستم ہے

جس کی نسیم سے ہے معطر شام جاں
ظاہر تو ہے بدیدہ انصاف ہنگناں
دوشیزگان جو رہیں علماں کو دکاں
سر سبز عاواں کی سبزہ رخسار دلیراں
پوزر و رد و مقابلہ میں جس کے زعفران
کہتے ہیں سبزہ اے مزاہل اسے وہاں
آیا کبھی نہیں ہے وہاں موسم خزاں
ہوتا ہے خون مشک نہ نات آہواں
ہوتے ہیں صوبہ حسین دھر عدار مردماں
جو اس طرح پہ بانکتے ہوں ترانیاں
فردوس تم نے دیکھا ہے بلند و تواناں
بقراطہ جالینوس اداں کے ہیں جالداں
علم و ہنر کا جس میں ہوا نام اور نشاں
اہل فرنگ سے لانا فرنگ کا نشاں
ذرا رواج علم نے پایا بہر مسکاں
ہے غارم سماک یہ اندھوں کا دیدباں
اس سے اندوں کے نام ہمیشہ ہے اداں
بروز اس کے جو دے اس کی ہیں دیاں
دولت سے بہرہ ور ہوا ہر فرداں
گردن پھل کے دیکھے جو قاروں کو یک ماں

فی التملکین ممدوح

تملکیں کہ اس کے عدل نے تو لا جو کچھ
 ہے رے میں شتاب کا اس مرتبہ غلو
 زلزلہ وہ خفیف ہوا یہ ہوا اگر اس
 قطب فلک ہے جس کے مدار سج کا یکتا
 کجرائی اس کی رے سے الکی ہوئی عیاں
 نخلت کا داغ ماہ کے چہرے پر عیاں
 لمعانی نور فضل کا تاباں ہو اس قدر

فی الاستظام نالیش گاہ

قانون مدنی و داد کا عالم میں شور ہو
 پرانے ملک عجم کو اس سے خبر نہ تھی
 اہنگ جس کے درس کا رکھتے ہیں اور ان
 عدل پدر کو ظلم سمجھتے ہیں کو دکاں
 آئین ... رموز کا عقدہ ہوا عیاں
 ہو جنس و فصل و نوع کا جبہ نگاہاں
 ملو نا شاہ ہو میں رعایا کی خوبیاں
 یکتا ہے پر علوم و افراد سروراں
 رشک مہن ہو عکس جس چیز کے جہاں
 ذات انعام جس کے بنے در پہ غروشاں
 ہر خدمتوں کا ملتا ہے انعام جب یہاں
 تا نادرات صنع ہو مصنوع پر عیاں
 صدق دروں جائے نالیش میں ہو واں
 عرفان نفس معرفت حق ہے بے گماں
 کیا خوب ہو وہ روز کہ جس روز میں تمام
 اشیائے نادرا و غرایب جہان کے
 رے زمین کو زیب ہو جس چیز سے تمام
 باغ ارم ہنچا ہے نالیش کی جا لگا ہ
 اس روز کو جو دار جزا کئے ہے بجا
 رے زمین کی سیر تو کرنا محال ہے
 پر جس کو شوق دید صنایع کا حق کی ہو
 صنعت کی دید حق ہے کہ صنایع کی دید ہو

در مدح ارباب کمیٹی

گو بزم میں نمود ہیں سب نیک اختراں
 ہیں ماہ حور ہر انہیں الوداع مزمع عالم

کیا شان حاکی کی جس سے و آتکار
 کیا نور عدل و داد کا صیغہ سے بر عیاں
 اقبال سائبان ہے دولت ہے زیر پا
 بااں سما کا چتر ہے ادج فلک مکاں
 میں مجمع علوم و نیا بیج جو د کے
 دریا نمط ہیں دست کرم سے گہر نشاں
 رشک چمن ہمیشہ رہا گر چہ یہ دیار
 تو صیف نمبر ورا کی اگر کچھ تم کیوں
 حکام میں محیط تو یہ جو سبار ہیں
 بستان عدل ہے ہیں تو یہ ہیں کیا ریاں
 در خاتمہ

ہاقت میں تو تو جنگ بہادر خیمہ ہے
 میدان مدح کا تو اگر شہسوار ہے
 خواہ اس جو جوابے محیط سخن کا تو
 ابابہ تیرے شاہور کا دایم ساوک فقا
 انعام عام سے یہ تعجب کہاں کہ وہ
 پروردگار عالم و خلایق کائنات
 تیغ ظہد مدام ملازم ہو تخت کی
 (۴۱) قدوسی۔ لایسوک رام دکیل عدالت دیوالی شہر میں سخن مشور میں
 ان کے یہ صرف دو شعر تھے۔

جی کو نہ چین چوٹے نہ آرام پائے دل
 اور ہکا دیوہانی دوپٹہ بھی اتی آؤ کبھی
 چھ کس امید پر کوئی تہ سے لگائے دل
 ایک دن تو آفت میں غریباں سہرہ
 رے بچا تھ پر شاد غنیمت کے مشاء دن کی بیاض شمس میں ان کا کلام
 مع نام و تخلص بہت کافی مقدار میں پایا گیا وہ بچہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

نے خواہش انسان نہ پر یاد کریں گے جی کو نہ غم بھر میں برباد کریں گے
گھل گشت بناتا ہے دل تباہ کریں گے تکلزار میں نظارہ ستارہ دکھیں گے
یاد ابد نہ گسی کا قد و آزاد کریں گے

روحانی عالم کا اگر تجلی نہیں ڈرے او ظالم بے رحم ذرا خوف خدا کر
اس دل کے ستارے کی مزا ہو گی مقرر دنیا میں انہیں زور تو محشر میں سنگر
اللہ کے آگے تری فریاد کریں گے

محببت میں یہ لطافت حاصل ہو رہی ہے کئے پہ بھی جانے کے نہیں ل سے یہ رماں
اس دیکھ کے مہر تیرے اس صفت کے دیاں یوروں میں کہاں تا زوا و اصیر انسان
جنت میں بھی دنیا کے مرنے یاد کریں گے

رہتی نہیں انسان کی عدا ایک سہی حالت دھماں میں و دن کے یہ سامان مسرت
یہ لطافت نہ پھر ہو سکا نہ ہو سکی یہ صحبت ساقی نہ ر کے دور یہ ہو تم ہے غنیمت
پیری میں جوانی کے مرنے یاد کریں گے

غیروں کے لئے ہم سے نکر غمزہ بجا غصہ دل غم دیدہ عاشق کو نہ دلوا
دیکھ اوستم ایجاد جفا پیشہ خدا را ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں چھا
ہل جائیں گے انیاک جو فریاد کریں گے

آئینہ صفت صفحہ دہ کر کے صفحا رکھتے ہیں جو لے مد نظر صورت زیبا
مذوق ہی رکھتے ہیں گز دل میں تمنا لکھیں گے سراپا شر اس لعبت چیں کا
کار قلم باقی و بہر اد کریں گے

غزل طرہ

جان جاوے یہ نہ ہو خواہش جان پیدا
 اس طرح جانے کے ہونے لگے سماں پیدا
 خوابیں کر کے تھے گیسو شکو کا خیال
 حق پر انداز نہ بسلی کے نہ شیریں کے طور
 وصل کی شب و سحر کو بھی خداوند کریم
 آئے وہ باہ تو ہو رونت مہتاب و چند
 راہ چلتے کبھی ہو جایا کرے یاد اللہ
 روٹ کر ہم سے ملے جا کے جو تم شہروں کے
 تجھ پس چل نہیں سکتا ہو ورنہ اوڑھو
 یاد آئے جو شب وصل میں یام فراق
 رات آغوش میں کھایا و قہا بل ہوتا
 اٹھ گیا سلسلہ ہر روز و فنا عالم سے
 تو وہ محبوب صنم ہے کہ جہاں میں تجھسا
 عرش سے تابہ میں تجھ پہ سمجھی بایل میں
 گرمی محبت اختیار، طبعی فضا ہی ہو
 کوئی شیریں کوئی بسلی کوئی کتا پودہ
 دل بیتاب ہے رہے نہ دیا ہم کو کہیں
 بے دغا تو ہے پریرا و مقدر و نہ
 ایک دن بھی رخ روشن نہ دکھایا تم نے

سرسب یا نہ کہنے ہونے یہ سماں پیدا
 توشہ دیا ہم کردی سماں پیدا
 روز کرتے ہیں حریف شب بھر میں پیدا
 کچھ نہ دیکھنا گئے تھے مری جان پیدا
 بد نے جو رشید کے ہوئے یہ سماں پیدا
 چاندنی رات میں ہو ہر درختاں پیدا
 ربط اتنا تو کر و ہم سے مری جان پیدا
 بچا تھا اور ہوا رشک رہتا تھا پیدا
 میل یر یوں بھی کہتے ہیں انساں پیدا
 دل نے کیا کیا نہ کئے حسرت اور ایا پیدا
 نشہ مئے نے کیا طعنہ ہو مٹا تھا پیدا
 دوست سے ہونے لگا دشمنی کتا پیدا
 نہ پریرا و ہوا کوئی نہ انساں پیدا
 نام فو یوں ہیں کیا تم نے مری جان پیدا
 روز انہوں سے کہیں ہم چسکاں پیدا
 نام کیا کیا نہ کئے تھے مری جان پیدا
 سکڑے دل نہ کہے لاکھوں بیاباں پیدا
 اس قمر خیمہ کے تو جوتے نہیں انساں پیدا
 روز کرتا ہے سحر ہر درختاں پیدا

غم فرقت کی نہیں تاب ہمیں اے خدای
یا خدا جلد جواب وصل کا ساماں پیدا

زردی رنگت سے یوں بھی مپا تر ہو گیا
دیدہ روتے روتے آنسو کا سمندر ہو گیا
ان تصور کرتے کرتے عین دلیر ہو گیا
عشق نے آخر کو رنگ حسن دکھلایا مجھے
کیا تغافل پر کبھی یہ بھی نہ پوچھا کون ہو
ماشق و معشوق میں جوتے ہیں کیا کیا اختلاف
کھائیں غم آنسو میں باتیں نہیں انجاری کی
دشت جنت میں بدنی مجنوں کی جگہ بتا
صاف میرا عکس ہو اس میں نہیں مہر ترا
رہو دل کہتے ہیں اس کو دیکھ کر قصداں سے
عقا غصہ کا وقت وہ پہلو سے صدم اٹھ گیا
ایک بجا ہوتا نہیں حب آپ کو دم بھڑکار
مل گیا دل سے ہمیں دندار کا اپنے سراغ
خواب میں بھی ہم تو کچھیں گے حیلوں کا جمال
جھک کے ہم آن سے ملے اخیار خیرت کے
اس سراپا ناز کے قبضوں پہ سر ہمدرد ہو گیا
وصل کی شب گر نہیں گستاخیاں تم سے ہوئیں
کیوں خفا نہ وہی تمہارا تم سے دلیر ہو گیا

کھا گدا پر عشق کی دولت تو نگر ہو گیا
دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا
ذرا ربط نور سے ہر منور ہو گیا
سرخن سمجھے تھے جسے وہ عین جو ہو گیا
میں کئی دن آپ کے گھر بندہ پر ہو گیا
چھو لیا دامن کو کیوں بارے کہا ہو گیا
یہ تری سرکار سے ہم کو مقرر ہو گیا
ہر کو لانا بند کی وادی میں رہبر ہو گیا
آئینہ کو دیکھ کر کیوں تو مکر ہو گیا
یاؤں گھر لائے لگے اور سر کو چکر ہو گیا
چلتے ہی چلتے بنیا ساماں محشر ہو گیا
کس طرح غیروں کے دل میں آجکا گھر ہو گیا
طالب بنا آپ تھا میں شوق رہبر ہو گیا
نصیحت زینما نقشب دل پر ہو گیا
قامت پر خم ہمارا ان کو خنجر ہو گیا
قرض یہ ہم سے ادا اللہ اکبر ہو گیا

(۴۲) تختار ملال خوب لان عظیم آبادی عدالت میں تختار کا پیشہ کرتے
تھے اور اسی رعایت سے تختار تخلص کیا تھا۔ رائے بھٹا تھ پر شاد غنیمت کے
مشاعرہ ۱۲۷۷ھ کی روداد میں ان کا ذکر اور یہ غزل پائی گئی۔

گر کروں نظم میں صفت رخ جانان پیدا مطلع نور سے ہوا مطلع دیواں پیدا
سرو قد تو ہے دہن غنیمت عارض گل ہے تو نے اے شوخ کیا حسن گلستاں پیدا
قد موزوں سے ترے اس کو بھلا کیا نسبت یہ نزاکت کو کرے سرو گلستاں پیدا
جاتے ہی فصل بہاری خزاں کے باعث تختہ گل میں ہوئے خارِ معیلاں پیدا
جوش پر آئے ہمارا جو یہ سیلاب سحر شگت کشتی نوح سے ہوئے ابھی طوفاں پیدا
نہیٹ پر خند کیا سوز و درد کو لیکن دیدہ تر نے کیا یہ غم پنہاں پیدا
قد رختار کی لازم ہے سخن دانوں کو پھر نہ ہو گا کبھی ایسا بھی سخن دان پیدا

(۴۳) شاد۔ بابو گنگا پر شاد عظیم آبادی۔ رائے بھٹا تھ پر شاد غنیمت کے
مشاعروں کی روداد ۱۲۷۷ھ میں ان کی یہ غزلیں میں زیادہ حالات
معلوم نہیں۔

جلوہ گر جس گھر میں تو اے ماہ انور ہو گیا ماہ ہر روزن ہوا ہر ذرہ اختر ہو گیا
کس طرح آوے جواب نامہ شب دیدہ ہو بسیل شیدا گل رخ کا کبوتر ہو گیا
فصل گل میں کیوں نہیں ملتا پر لب کا داغ بیٹھنے سے گل یہ کیا سرِ شاہ کا ہو گیا
تو خداے حسن ہو ملتا ترا معراج ہے یاں میں تیرے جو گیا بیشک ہمہ ہو گیا
آتے ہی فصل بہاری کے ملا جام شراب گل کی قلیوں سے لپٹے کو بھی کیا ہو گیا
خیر سے تو ملتفت ہو مکھو حسرت ہو ہی جس کو تم ناچیز سمجھے تھے وہ عیسے ہو گیا
سن کے میرے شعر کو کہنے لگے اپنی سخن شاد بھی اس عمر میں کیا ہی سخن ہو گیا

تاجِ جز۔ و لکھنا پر شاد و عظیم آبادی شاگرد عشق پیران شکیب
 تاریخ شعر لے ہماریں ان کا ایک شعر پایا گیا۔ ان کی تین عزیز رشتی کے
 نکندہ ستہ سوم و چہارم و پنجم (۱) میں موجود ہیں وہ اس طرح نقل کیا گیا ہے
 لشکر ہے اپنے ساتھ خم و رخ و آہ کا
 یہ ہے کہ عکس ہے بخت سیاہ کا
 گر ہے ہی طریق تری رسم و راہ کا
 نے سوز دل ہے اب تو نہ شکر و آہ کا
 اس پیغمبر گنیں یہ نہ کس کس کا دل لسا
 یوں ہی رقیب ناز اٹھائیں گے چپکے
 خستہ کیا خراب کیا عجیب تہہ بھی
 میری تو راہ عشق میں کی کچھ نہ رہی
 سینہ میں اپنے طائر سبیل ساری ہلیاں
 ابرو کے بوسہ پر میں مزار و اقیانوس ہوں
 ہر روز گھر رقیبوں کے جایا نہ بھئے
 اک عمر شک یوسف کنعان کی تلاش
 پیسے مرے تھیں کے دل کو کل گیا
 رنج سب غرق ہیں اندھیرا و رہے
 سوئی کر چکا یہ دل ہم سے ایک دن
 تک عدم میں اپنا ہو چکا محال ہے
 منہ دیکھنے کی ان کے تو صورت نہیں ہی

اندوہ و یاس ہے کہ رمل بہار کا
 یا چھا گیا فلک پہ دھواں میری آہ کا
 اٹھ جائیگا رواج زمانے سے چاہ کا
 بجھتا ہوا چراغ ہوں میں سب کچھ کا
 کشتہ نہیں جو کون خدنگ نگاہ کا
 معلوم ہو گا حال مرے بعد چاہ کا
 اب تک نہ جی بھرا فلک کینہ خواہ کا
 کیا خضر مانتہ دیو میں گم کردہ راہ کا
 یہ دل بدلتا ہو آکسی تیرے نگاہ کا
 خود اقرار ہوں محکوم ہے اپنے گناہ کا
 کچھ بھی تو کہنا ماننے اس خبر خواہ کا
 کشتہ انوں جھکا ہے برا بھلا کا
 اندر سے توڑ آپ کے تیرے نگاہ کا
 آنا یہ گھیر گھیر کے ابر سب کا
 کرنا یہ بے سبب نہیں کہ آہ کا
 منزل ہو دور سر پہ ہی بوجھان کا
 پروا سا پڑ گیا ہے جو نہ گناہ کا

باقی نشان گدا کا ہے نے بادشاہ کا
 بجلی کی جیسی نام وہ شعلہ ہے آہ کا
 قاتل بھلا سو اس تری تیغ نکلا ہو
 یوں بجا رہا جو جو شتر خندان کی جاہ کا
 اوریاں سے لے چلے ہیں ازخیرہ گناہ کا
 کیا رہا اس کے سامنے خور شد و مانہ کا
 یہ شعلہ جو ہے بجھ سنا م دیکھا کا
 پھر زامری نظر سے تھما رہا دیکھا کا
 اک شور تھا ہزاروں لنگ لنگا ہوا کا
 کشتہ جو تھا کسی کی میں چہرہ سب کا
 کسو اسطے اٹھاؤں میں احمد انکا کا
 بزم سخن میں شور و آواز واہ واہ

دیگر

برنجی دل اپنا بدست بھر جھاندا
 خود آگے میں وہ بدست بھرتا
 حوروں سے بدست کریں پر ہوا
 شہرہ دیں گر مشک نل سے
 وہ درویشی سے بے پروا
 کچھ کر کے وہ مسکراتے تو ہوا
 دیکھ کر وہ شہرہ دیں سے ہوا

اس آسمان نے خاک میں گواہ دیا
 کہتے ہیں ایر تر جسے وہ اپنا شک و
 احساں سے موت کے کچھ تو نے بچا لیا
 گر کرکھوپ میں جان میں بدوں کا ایک دن
 تے عدم سے بستی میں تھے خالی ہاتھ ہم
 دونوں میں اس کے لئے مسخ کا نوہر
 و اعط چھڑایا پناہنا بنے شغل عشق تو
 کرکھوپ و بخت کا اپنے یہ ہے اثر
 و کرکھوپ سوا تو نے کچھ ساق لے گیا
 خاک کھد سے زنگن شہار ہوئی نمود
 ہے دل کے آئینہ میں تری شکل جاوہر
 عاتر یہ وہ غزل کو کہ فیض شکیب سے

نمکن نہیں ہم سے کہ کبھی ترک فائدہ
 لئے جذب محبت تری تاثیر سے کیا ہو
 انسان ہو چرس میں تم سب کے جدا ہو
 لے زلف معنی تری کیا ہم سے شاہو
 اچھا نہیں ہوتا مرمن عشق کا بیاد
 کیا جرم و گناہ کیا میری انصاف طلبت
 کیا حسن خود او سے لے بت تراوان

عاشق یہ جوانی پہ کسی کی نہ ہوا ہو
 عیاں سر ہے یہ دل دکھتے کیا سوچتے کیا ہو
 اس زلف مسلسل میں الجھتا رہا ہو
 خیال کی آواز سے مشت نہ بیا ہو
 پھر کیوں نہ یہ زخم دل صدمہ چاک ہوا ہو
 کہہ بیٹھیں جو کچھ ہم بھی تو کیا جانے کیا ہو
 کس طرح تھلے جی میں کسی کے جو دغا ہو
 اب تڑپو پڑے حضرت دل اور کرا ہو
 پر عمر بسر ہونے کی صورت کہو کیا ہو
 چل دور ہولے باد صبا یاں سے ہوا ہو
 غیرت کی جگہ یہ ہے کہ تم غیر کو چاہو
 دل میں کاتری اکھٹی جوانی یہ پسا ہو
 جب تک کہ بنے تم سے محبت کو بنا ہو
 اجل تو تھکڑا سکا دے ایسا فراق میں مجھے کیا ہو
 دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے
 دی ہیں یہ جن معجزہ سے ہمیشہ مرے جیا کرینگے
 اجل تو آجا کہ مرنے صحت کہاں تک دکھ سہا کرینگے
 نہ جانتے تھے کہ دل کو لیکر ہم سے ایسی دغا کرینگے
 اگر سو زردوں ستاروں میں سے اٹھا کرینگے
 چھوٹیں گے ہم تیرے مٹا غم و الم سبھا کرینگے

بے وجہ نہیں اس فلک پیر کو گردش
 منظور نظر ہوئے تو لے جاؤ اڑا کر
 شک ہے دل گم گشتہ پہ اپنے تو یہی ہے
 چلتے تو ہو انگھیلیوں کی چال مری جاں
 سینے سے لپٹ جاؤ جو لے کاں ملاحت
 ہر بات پہ شکر کرتے ہو ہر دم ہو اُٹھتے
 کیا جانتے تھے لے کے مگر جا میں گئے دل
 کر بیٹھے یوں ہی عشق بتاں سمجھے نہ ہو تھے
 ہم عشق بتاں چھوڑ تو دیں حضرت ناغہ
 لالی نہ کبھی نکمیت کیسے مے معبر
 تم وہ ہو کہ تم پر ہم فدا ہم سے ہزاروں
 کیونکر کف افسوس نہ حسرت سے ملے وہ
 عاجز نہ رکھو چشم وقاماہ رخوں سے
 بغیر دیدار وے جاناں تھے رہا کریں گے
 یہ سن والے کسی پہ لے دل کبھی نہ مہر و وفا کرینگے
 کہے جو اس بہت مرے زندہ لکے سب پس میں کہنے
 دور و پہلو کی اتنا شدت بہت بونگہ ماری جا
 توں سمجھے تھے بھوکے دیر پہ نکلے یہ تو سخت بھر
 بھری دل میں بجا رکھت تپ خدائی کی و حرارت
 نہ یک تو بہودہ ناغہ اتنا دماغ میرا عبت نہ تو

قسم و جنت کہ دم میں تو کھینچ کر فاکرنگے
 رہی تو اک بان تن میں ہے اسے بھی ک فدا کرنگے
 جو یوں ہی اچان وزاوشب یگرے گیسو بنا کرنگے
 جو ان نام خدا جو ہو تو اک قیامت بیا کرنگے
 جسے کا شکل جباب گردن یوں ہی طوفا اٹھا کرنگے
 پھر یک ہر اک طرف رٹے تیلے دیے ہو کرنگے
 رفو کو کس طرح زخم دل کے چاک گنک سیا کرنگے
 کریں گے کب تجھ سے یہ محبت ہمیشہ تو جفا کرنگے

کر دو جو جو جفا سو کم ہو نہیں اس کا مجھے علم ہو
 کیا دل میں تو یہ صید تے عزیز کچھ بھی کھانا تم سے
 میں گشتاق خاک میں پھر گئے دیوانے کو کوب
 جین کر کین میرا دل بھی سے جلتے ہیں بانگین سے
 یہ جوش پر آشوب کا جیو ک ہو گئے غرق کوہ وادو
 یہی میں گردے جنوں کے تو بھر کے دامن میں شکر ہے
 جنوں کے ہاتھوں سے تنگ آئے بہا رتیاں ٹانے ٹوٹے
 نہ کر تو عاجز توں الفت یہ کھکھانکی بھولی صورت

(۴۵) نسیم۔ بابو ہر چہرہ عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہیں۔
 رائے بیجا تھ پر شاد سنگ کے مشاعرہ کے لئے کی بیاض میں ان کا یہ غزلیں پالی نہیں۔

یہ بیضا مجھے ہر اباہ پا ہو جائے
 خارا آٹھوں گئے نرگس شہلا ہو جائے
 کوئی جاناں نہیں سیل سے دریا ہو جائے
 گر تصور میں کہیں وہ قد بالا ہو جائے
 منفعیل دیکھ کے کیونکر نہ سچا ہو جائے
 طرفتہ العین میں عالم تہ و بالا ہو جائے
 شہرت و صل یو ووا بھی اچھا ہو جائے
 جا کھنہا کا مقدر اسے دھونکا ہو جائے
 باغ میں ہنس کے وہ بولے تو یہ سوا ہو جائے
 بال آمیزہ میں بولے بت ناداں پیدا
 زخم بھی جوتے ہیں اس تیغ کے خنداں پیدا

دست زلفیں کا ترے مجھ کو سودا ہو جائے
 نرگسی چشم کو کل اس کے جو دیکھوں میں کہیں
 اس کی ذہنت میں ان آٹھوں کو وار کھتا ہوں
 پیرتے معادیم ہوں یہ سرو سہی باغ میں سب
 چشم جادو کے اشارے سے جسے میں مرے
 زینا انڈر کے جو چہر کر کبھی دیکھے قاتل
 الہا رتب بحر کو کہتے ہیں طبیب
 زرتی چشم یہ نسبت کو دیکھے باقی
 شوخی غنیہ بیت دیکھ رہا ہوں میں نسیم
 دل میں بے غلغلہ زلف پریشاں پیدا
 کیوں شہادت کے لئے لوگ غمنا نہ کریں

کھل داغ اس نے ہزاروں ہی نے میں محلو
کیا میں تشبیہوں کو لبتاں گے اسے
کیوں لاتے ہو بس آجاؤ گھر لگ جاؤ
عشق مزرگان ستمگر کے جو موت آتی تھی
بے پرواہوں سے اب ہم کو ہر چیز
پیر بھی لڑی جو ہر پر تو گریں تو
اس کی رفتار سے تشبیہ سراپاے غالی
آنکھ دکھانا ہے کیا اس نے چمن میں جا کر
اے تصویر تری اتنی تو خیالات رہے
مر رہا ہوں غمِ فرقت میں تجھے یہ گریز
خواب کیوں بوز بھیا کی طرح میں نے نسیم

امندرجہ ذیل غزل اول ورق غائب ہونے سے ناتا مچ

خاں دھڑکی اس کتابی رخ کے غلو و حویا
کیا کہوں سوزِ تیراں کی گری لاماں
بیب کہا ہم نے کہ سحرِ غارِ غم نے کیا
اے جنوں سو دای کس محبوبِ صمیم اندام
نامہ بر کی کچھ نہیں حاجت ہے غلو و ادوری
میر کے مصرعہ کو گائیگا مقرر باغیاں
بن تیرے اوگل بدن کے جو ہم کس گشت کو
سوزِ غم کہتو بے نامہ میں میرے قادیا

شکر ہے دل میں ہوا ایک گشتاں پیا
ایسی زنگت تو کرے محلِ بدخشاں پیا
کر چکے تم تو بہت فتنے مری جاں پیا
مرے مدمن سے ہوئے خارِ معیاناں پیا
ہم بھی دنیا میں ہوئے رشکِ سلجاں پیا
خوب اک شمع یہ کی تم نے مری جاں پیا
یہ خیلائے تو کرے کبابِ خراماں پیا
زنگیں ہوتی ہیں کیوں باغ میں حیراں پیا
جب خیال آئے تو ہو جلوہ جاناں پیا
ادری کچھ بھی تو کرا لفتِ انساں پیا
میری نظروں میں ہوا جلوہ جاناں پیا

پارہ پارہ کیا مجھے قرآن اذہر ہو گیا
آبدل کا سر ہر ایک انگر ہو گیا
بوسے سے ہوا غلو یہ کیوں نہ ہو گیا
غزلِ خمیر لقا پاؤں میں زور ہو گیا
شوق سے اسے جاں دے دو کیوں نہ ہو گیا
گر تھما لے قد میرے کے برابر ہو گیا
خارا ٹھوڑی میں جاناں ہر گل تر ہو گیا
مرغِ نامہ بے سارا اک سمندر ہو گیا

پھاڑنے کے لئے کرتے ہیں گریباں پیدا

خانہ چشم میں ہو جلوہ جاناں پیدا

آبداری تو کرے گوہر غلطاں پیدا

مچے ہیں رونے کو بس دیدہ گریاں پیدا

آہ آتش باز کا ہر شعلہ اختر ہو گیا

آج میرے گھر میں سو سو بار دبر ہو گیا

دامن دریا بھی اب تو اشک سے تر ہو گیا

دل ہمارا چوٹ کھاتے کھاتے پھر ہو گیا

خارجے فرسنگ گل ہر تار بستر ہو گیا

خانہ زنداں مرے رہنے کو کیا گھر ہو گیا

دل ہمارا صبر کرتے کرتے پھر ہو گیا

شاد۔ بابو سیٹاپت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔

ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ شاعر پالی گئیں وہ اس

جگہ بحسنہ نقل کی جاتی ہیں۔

تازہ مضمون کر اے شاد سخن داں پیدا

تیرے کوچہ سے ہوا روضہ رنواں پیدا

زنگ یا قوت کرے گوہر غلطاں پیدا

فصل گل الی ہوا باغ میں ریاں پیدا

سرو کی شاخ سے ہو پنچہ مرجاں پیدا

ہرستے سے قمر کرتی ہوا فشاں پیدا

گل بھی دیوانے ہوئے کیا ترے اے شک چین

دیدہ دل سے اسے دیکھوں تمنا ہے یہی

کیا میں تشبیہوں سلک زنداں کرتے

فرقت یار میں و تا ہوں غنیمت دن رات

جب مرے دل کو خیال ماہ پیکر ہو گیا

واہ رے تاثیر جذب نار شبگیر کی

کیا ہی طوفاں خیز ہو اے حشر موج آستیں

اس قدر صدمے اٹھائے تیری فرقت کے صنم

بے کلی محکوش ہجر اں رہی اے شک گل

کس پر ہی پیکر کا سودا کی ہوں و خوش جو

اے غنیمت اب بقول آتش رنگیں بیاں

شاد۔ بابو سیٹاپت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔

ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ شاعر پالی گئیں وہ اس

جگہ بحسنہ نقل کی جاتی ہیں۔

بعد مدت یہ ہوئی صحبت یاراں پیدا

عرض ہے جو ہر عارض کا ترے چہرہ تور

گر گھلیں نعل گریباں ترے دریا میں

سبزہ خط کی رخ یار پہ تازہ بہار

باغ میں دست حنا بار بار تو دھلائے

پر تو رخ سے ہر اک ذرہ ہوا مہر نیر

شاد دل شاد ہوا آتی ہے چلی فصل بہار
 ہمیں کام گل کیسے جس جا میں گلستان میں
 ممکن تھا کہ ہوتا ایک عالم تابع فرماں
 کوئی ساقی سے کدے کے گلشن میں ہر آبی
 خدائی میں ہو بدنام کافر لوگ کہتے ہیں
 غزاوں کی ترسی آنکھوں کی نسبت مناسب ہے
 بیک پر گئے آنکھوں میں آماں شب و صدمت
 سخن سنجی کا ہم بھی ادا عالم شاد کھتے ہیں

(۲۸) فرد - بابو کالی پت عظیم آبادی غالباً باوجود سیتا پت شاد کے قربت مند

تھے ان کی غزلیں مع نام و تخلص اسے جینا تھ پر شاد سنگ کے مشاعرہ
 (۱۲۷) کی بیانی میں پائی گئیں جو اس جگہ بحسنہ درج کی جاتی ہیں۔

لہا قی ابرو سے ہوا کعبہ ایماں پیدا
 کھو کر یہ کھانے ہوں پامال اگرک حسی وشت
 مہندی ماد کے ریشیوں سے جلایا بکو
 حسن کا پور سہ کفائ کے فقط شہرہ قضا
 ملی اس شونخ سمن بونے جو مہندی تو کھلا
 عکس اس نہ جہیں کا جو پڑا پانی میں
 نظم پیرانی جو منظور ہے تم کو لے فرد
 کوئی وحشت زدہ مجھ ستانہ ہو گا دور دور میں
 سمجھ کر آئیاں بیل رکانا شاد پگل کی

بدلے زمزم کے ہوا چاند نچا پیدا
 چن تیری جو کرے کبک خراماں پیدا
 یہ نیرنگ کیا تم نے سری جاں پیدا
 تیرا ثانی نہ ہو پر کوئی جاناں پیدا
 شاخ نسریا سے ہوا خیر مریدوں میں
 برج آبی سے ہوا نہر درخشاں پیدا
 ابتدا ہی سے کرو طرز سخن اں پیدا
 نہ اکدم چین و گھر میں نہ آسائش بیاباں میں
 لگے میں و بجا چھندے رگ گل گلستاں میں

کلی بیلے کی پتوں میں پھیلے شرم منہ کو
 دل ابر میں رہتی ہے خدا کے حسن کی صورت
 نہ دیکھا ویدہ نصائے تجھ سے کوئی دہر
 تھا اسے سنت گئی کی نزاکت کچھ کر جانی
 ہنس، فرد کو کچھ غم جو تو نظروں سے غائب ہے
 (۱۹) حشمی۔ لارہ ماکوین کا بستہ سری باستو عظیم آباد کے مشاہیر شعر میں

سنتے عرصہ تک مظہر پور میں منصفی کے عہد، پر نایز رہے اور ۱۸۹۰ء میں
 گیا میں صدر اعلیٰ تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔
 پرویز علی عبرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ خاں بہادر مولوی سید خیرات محمد
 صاحب محب بی بی بی ال ساکن پالی ورہیں گئے سے بہت ربط رکھتے تھے چنانچہ
 انہوں نے اپنی تصنیف خمسہ کاملہ میں لکھا ہے کہ اسے ماکوین شرم کی غلبہ
 میں شریک ہوا کرتے ہیں اور انہیں کی سعی سے میر ہادی وحید صاحب ۱۸۹۰ء
 میں گیا تشریف لائے اور سال بسال آیا کہے اسے صاحب امہ اطہار سے خاص
 عقیدت رکھتے تھے چنانچہ خمسہ کاملہ میں ان کی یہ رباعی بھی درج کی ہے۔

خوشادہ لوگ جو آئے ہیں بزم ماتم میں خوشادہ ہاتھ جو پیے حسین کے غم میں
 وہ دل ہو خاک ز جیس میں اہل بیت کا غم وہ آنکھ پھوٹے ہو دفنانے ہو محرم میں
 مذکرہ سخن شعرا میں ان کا ذکر اور یہ شعر پایا جاتا ہے۔

دیکھیں گے حسن جو رتو پھسلے گا دل ضرور جنت میں بھی یقیناً نہ آرام پائے دل
 اسے عیناٹھ پر شاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض دہائی ۱۲۷۰ء میں انکی

یہ غزلیں ملیں۔

داغ تھا جو اپنے سینے میں وہ اختر ہو گیا
 جس نے دیکھا آپ کو جامہ سے باہر ہو گیا
 دامن ابرہامی دیر نہ تیرا ہو گیا
 خیر کی آنکھوں کا ڈھیر لگا ہو گیا
 بایوں کے ہوش اڑنے کے لئے پر ہو گیا
 سوجھنے لگے گل کا جھونکا ہو گیا
 کیا غم قبروں کے چھائی کا ہو گیا
 خط کے مارے اڑ گئے پرے کو تر ہو گیا
 آبِ حیات ہو گیا قاتل اب خیر ہو گیا
 حلقہ گرداب دریا ہو گیا خیر ہو گیا
 دورِ جامِ مئے میں غم ہو گیا خیر ہو گیا
 ہاتھ میں قاتل کے پانی پانی ہو گیا
 ہاتھ کیا گشت آج اپنا ہو گیا
 اشک کا قطرہ ہو گیا عاتق ہو گیا
 وہ نہ آئے اور مراد وہ ہو گیا
 زخمِ دامنِ دارِ تیرے ہو گیا
 جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا
 دورِ جامِ مئے میں غم ہو گیا

ہم نہیں اگر ہو وہ خورشید پیکر ہو گیا
 کیا قیامت ہو پٹا زعفرانی آپ کا
 بتاؤ وہاں ہوں ہری ہوئی اس گشتِ غم
 اس نے وہ آنکھیں لڑائی چڑیاں لڑائی
 ایک گل جب بار دوشس باد صبر ہو گیا
 تیرے یوں میں نازک گل سے بھی لڑتے ہیں
 تو نہیں آتا کسی صورت سے یہ لڑتا نہیں
 اڑتی پڑتی یہ خبر یک صبا نے دی مجھے
 نہ لگی ہو لطف ہو جان دینے میں ملا
 بے ترے لے بحرِ نوبی جب نہا نے میں گیا
 یاد میں اک بارہ کس کی دل فنا ہونے لگا
 سخت جانی نے مری اس کو پشیمان کر دیا
 بزم میں دیکھا جو مجھ کو اس آنکھیں پھیریں
 آگِ یانی میں لگاتا ہے ہمارا سوزِ دل
 حسرتیں جوں کی بھٹی سب دلوں میں رہ گئیں
 تیغِ قاتل کی بدولت اپنا پردہ رہ گیا
 خلق کے طعنے سننے سے زہا ہوئے دردِ صبر
 دشت میں بچے ناتواں کو بے گرداں کیا

سینہ تو لگتا ہے ماقم سرا اب حشر
 ایک دل باقی تھا وہ بھی درد کا گھر ہو گیا

مے گل پیرن کی جب ہوئی آنگشتاں میں
 مے میں برکھا کر یا درنگ سبز جاناں میں
 یہ کس وحشت زدہ کی خاک سے مرنے پر تھرا
 جہاں جو رنگ و سیاہ لطف دیتا ہے
 سبک سیرن کے جانے کی مناسبت ہی کون کرتا ہے
 شکر خوروں کو دیتا ہے شکر امڈاے زاہد
 سنگھا کر بے زلف غنبریں ان کو باکرفے
 نظر بازی کا لپکا قید میں بھی محکم رہتا ہے
 نہ دیکھا جیتے جی صیاد گلشن کی اگر خصلت
 صبا کیوں کو میری طرح اوارہ پھرتی ہے
 تری زلفوں سے کیا تشبیہوں کی مقابل میں
 تصورات دن رہتا ہے خوش چشموں کا آئینہ
 تجھے کہتے نہ تھے ہم زمزمہ سخی نہ کر لبس
 ریضان محبت ہوں دوا کے کس لئے طالب
 کیا ہو شمشاد زخمی تجھے تیغ تبسم نے
 شمشاد روتے ہو کیوں میں ماہ پیکر سیکڑوں
 گندی رنگ ان کا کیا ہی اک بلبل جان ہے
 شکل میری بچہ کے کہنے لگے وہ تاز سے
 کر دیا ضبط قنار نے جا بجا سینہ کو چاک
 آپ کی ڈیوڑھی نشی کیا کوئی زیار گاہ ہے

اڑا رنگ چمن غنچوں نے منہ ڈالا گریباں میں
 بنایا چمے دفن ہمارا کشت ہر تھاں میں
 لگو لا شکلاڑتی پھرتی ہو دشت بیاباں میں
 بگولا دشت میں ہو جائے نکتہ گلستاں میں
 نسیم صبح کا مانع نہیں کوئی گلستاں میں
 شراب پاک ہو رندوں کا حصہ باغ رضواں میں
 تھے یوانوں کو بخشش بخش آتے ہیں نداں میں
 جڑی میں بنی آنکھیں وزن دیوار نہ ایں
 موعے پر خاک بسمل کر کے پونچھ گئی گلستاں میں
 مگر اس کا بھی دل لچھا کسی کی زلف چچاں میں
 نہ ایسے خم ہیں چچاں میں یہ بو عشق چچاں میں
 ہوا ہوا آستیاں مرغ نظر کا رنگستاں میں
 تری آواز پر صیاد پھر ہو پچا گلستاں میں
 میسا جو مزا ہو درد میں وہ کب سے درماں میں
 گل خداں کا عالم ہو جائے خم خداں میں
 دل سلا ہے تو مل جائیں گے دبیر سیکڑوں
 آسیائے عشق میں اتے ہیں پس کر سیکڑوں
 ایسے دیوانے پڑے پھرتے ہیں رد سیکڑوں
 ہو گئے دل کی نظر بازی کو اب رہ سیکڑوں
 جب نہ بت دیکھ کھڑے رہتے ہیں رہ سیکڑوں

دست میں پائے نگاریں تنگ نہیں تان نصیب
 حشمتی باز آؤ اس سے جی لگاؤ اور سے
 خندہ گلی سے ہر مزدل نالاں پیدا
 دہن غنچہ نگل سے ہی آتی ہے صدا
 مردم دیدہ نہ اس پردہ نشیں کو گھوڑیں
 جان لے تن بے جاں میں جو آجائے بہار
 کشتہ ناوکِ مژگانِ ستمگرہوں میں
 مرے دم تک بچتے کھل پیچاں کا یہ بل
 رفتہ رفتہ غمِ فرقت میں ہوا اپنا وصال
 مار رکھا تو حسینوں کی ادا ہوں نے مجھے
 صدے کچھ کم تو نہ کھٹے گور کی اندھیری کے
 آدمی ہو تو سماجت پہ مری رحم کرو
 پر تو حسن رخ یار کا یہ سب ہے ملمس
 تھا ازل سے تو میں اس حسنِ خدا داد کا نحو
 دیکھ کر شعلہ رخسار کو دل خاک ہوا
 کیسی ساعت میں لگایا تھا یہ نخلِ امید
 لیکے باز ارمیناں میں اسے خوب پھیرے
 تسہیل کھائی تھیں وہ کھٹے تھے مھلکے کیسے
 لے پری چہرہ سراپا جو ترانہ نظم کروں
 جب ہوئی فکر سخن تیری ہم آغوشی میں

مر گئے مثلِ حنا عشاق پس کر سیکڑوں
 حور و شالاکھوں ٹپے ہیں ماہ پیکر سیکڑوں
 خاکِ ملبلی سے ہوا ہے یہ گلستاں پیدا
 چاک کرنے کو ہوا ہے یہ گریباں پیدا
 چادرِ اشک کر اور دیدہ گریباں پیدا
 ہو رگ پر بہاری سے رگِ جاں پیدا
 کیا عجب خاک سے مری ہو نیستاں پیدا
 پھرنے ہو نیکیا کوئی سلسلہ جنباں پیدا
 بڑھ کے کی درد نے خاصیتِ رماں پیدا
 روز ہوتے ہیں نئے جان کے خواہاں پیدا
 کیوں ہوئی پھر یہ بلائے شبِ ہجراں پیدا
 گر پری ہو تو کریں ہم بھی پری خواں پیدا
 وہ نہ ہوتا تو نہ ہوتے یہ گلستاں پیدا
 عورتِ آئینہ آنکھیں ہوئیں حیراں پیدا
 گرمیِ حسن نے کی آلتش پنہاں پیدا
 نہ ہوا کھیل کوئی جز حسرت و حیراں پیدا
 جنسوں کا نہ ہوا ایک بھی خواہاں پیدا
 پھر کیا رابطہ رقیبوں سے مری جاں پیدا
 مصرعہِ قامتِ موزوں کے ہو دیواں پیدا
 سارے مضمون ہو دستِ گریباں پیدا

حشمتی بڑھتی ہی جاتی ہے یہ بیماری ڈل کوئی اسے روکا ہوتا نہیں رہا پیدا
 (۵۰) پدر۔ راجا گنگا پرشا و شاگرد گل محمد خاں ناطق کرائی زیادہ حال
 معلوم نہ ہو ایشتر فارسی کہتے تھے ان کی دو غزلیں فارسی میں حشمتی کے مشاعرہ
 چہارم کے گلدستہ میں نظر سے گزریا وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔ تاریخ
 شعراء بہار میں ان کا صرف ایک ہی شعر مندرج ہے۔

غزل

اول از بارگہ عشق نشاغم دادند
 ناخدا ترس بتانند کہ از سنگدلی
 آستینے نفشانند چشتم نمناک
 دلے بیرحمی و فریاد از بی بیدادی
 دل بدادند مگر صاعقہ کردار طپاں
 دو شتم از بار فراقش نہ سبک شد تازلیت
 گردش چرخ بیک چشم زدن پس انگذ
 لے دل ناخستہ خو بند لب آہ کشا
 شکوہ نیست بجز شکر و صبر و ای لے بدر
 تا کہ سودے سر زلف بتاغم دادند
 طاقم لہاق مرصہاے فراقش کردند
 چشم بدور کہ از ساعتر چشم بدست
 چہ زخم کام بہ میدان فراغ عشرت
 از منے صاف محبت چو حقم بشمردند
 بعد از بی منصب فریاد و فغانم دادند
 شیشہ دل بشکستند و ہکانم دادند
 بدم مرگ کفن ز آب روانم دادند
 دل ربودند بشارت غم جانم دادند
 چشم دادند و لے اشک، فشانم دادند
 بعد مردن بہ کہ این خرقہ ندانم دادند
 پیش از بی آنکہ ہمہ شوکت شام دادند
 مژدہ ز امداد سرور و انم دادند
 گرچہ صد داغ بدل ماہ رخام دادند
 پائے زخم زنجیر گر انم دادند
 قوت صفت سراپا بہ تو انم دادند
 بادہ ہوش را با منجہ گانم دادند
 در کف طالع پالنگ عنانم دادند
 جرغہ چند دادم بدہانم دادند

سدا الحمد کہ بالاف زنی کا اے نیست
خدمت دشت نوردی چو بیایاں آمد
صفت عاخری و ضبط چنانم دادند
از پے آہ زنی حکم روا نم دادند
رہزناں صفت منزگاں بسر منزل وصل
ہمہ تاراج متاع دل و جانم دادند
جہل با جاہل اہل نتواں کرد خموش
تو بد اں بدر کہ گویا نہ ز بانم دادند

(۵) مشاود۔ رائے درگاہ پر شاد عظیم آبادی راجا رام نرائن موزوں
کے در شاہ میں تھے مردان علی خاں رعنا کے شاگرد رشید اور خود صاحب دیوان
تھے ان کا دیوان اور ان کی تصنیف سے ایک مثنوی موسوم شکوہ و محبت
کے قلمی نسخے گزشتہ سال پٹنہ کی اردو نمائش میں پیش کئے گئے تھے مثنوی غالباً
طبع بھی ہوئی تھی لیکن اب مطبوعہ نسخہ نایاب ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں
ان کا مختصر ذکر اور ایک شعر پایا جاتا ہے۔

دن کو جو شغل گریہ تو شب کو آہ کا پوچھو نہ حال کچھ مرے حال تباہ کا
کنور سکھراج بہادر رحمتی کے مشاعروں میں ۱۲۹۵ھ میں انہوں نے
غزلیں پڑھی تھیں۔ تین گلدستوں میں ان کا کلام نظر سے گزرا جو اس جگہ
نقل کیا جاتا ہے۔

سر سبز تو یہ چمن ہمیشہ
ہیں سحر میں خستہ تن ہمیشہ
قایم رہے انجمن ہمیشہ
پابند غنم و سخن ہمیشہ
افسردہ چمن میں دیکھ بیکو
گل رہتے ہیں خندہ زن ہمیشہ
لے جان جہاں تمہیں ہے زیبا
آخر کو یہی لباس ہوگا
یہ ناز یہ بانگین ہمیشہ
پہنے ہی رہو کفن ہمیشہ
مردم میں یاد رفتگاں سے
خلوت میں ہے انجمن ہمیشہ

بس دیکھ کے تیری شوخ چشتی
 و حشت میں پھر ہر ن ہمیشہ
 ثابت نہ ہوا دہن تمہارا
 باتوں میں رہا سخن ہمیشہ
 تیغ ابرو کی یاد میں آہ
 رہتا ہوں میں خستہ تن ہمیشہ
 یہ مشک ہوا نہ دور چہیں سے
 زلفوں میں رہی شکن ہمیشہ
 لے دل تو اگر ہے مایل عشق
 پڑھ قصہ نلی دمن ہمیشہ
 زنا رکھے میں عشق کا ہے
 اورس بت کا ہوں ہمیں ہمیشہ
 پھر خط نہ ہو نکل کے غایب
 سورج میں رہا گمن ہمیشہ
 عاشق پائے وصال معشوق
 بلبیل کو ملے چمن ہمیشہ
 زلف مشکیں کی نکمتوں سے
 مہکے چمن و ختن ہمیشہ
 اللہ رے جو سن قلزم فکر
 مضمون ہے موج زن ہمیشہ
 مجھ سے دم بھر کی گرم جوشی
 غیروں سے ہے یہ چلن ہمیشہ
 شیریں نے کبھی نہ بات پوچھی
 مرتا رہا کوہ کن ہمیشہ
 گردن میں مری بندھی تازلیت
 ان گیسوؤں کی رسن ہمیشہ
 مجنوں ایک لیلیٰ کا بنا ہوں
 اس سے بھاتا ہے بن ہمیشہ
 سویا جو لپٹ کے رات وہ گل
 سو نکھا کیا پیر من ہمیشہ
 بس دیکھ کے میرے زخم سبب
 ہوتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ
 ہے طبع رواں میں جو من مضمون
 یہ بھر ہے موج زن ہمیشہ
 دل کے دینے کا یہ مزا ہے
 جھیلے رنج و سخن ہمیشہ
 بوسہ کی طلب پہ وا قسمت
 پھرے ہے دہ دہن ہمیشہ
 اک رات کے وصل کی حد پر
 دشمن کو رہی جلن ہمیشہ

ہے باعث فرحت دل و جاں

سو غدر کئے کبھی نہ آئے

پھولوں میں نہ جامہ میں سماؤں

سن سن کے مرا کلام اور شاد

دن کو جو شغل گریہ ہے تو شب کو آہ کا

رکھنا نہ دیر کا نہ مجھے خالق کا

دشمن بنا دیا مجھے اک رشک ماہ کا

اچھا نتیجہ محکو دکھایا سے جاہ کا

دکھلائے پیچ کا کل شہزاد کے مجھے

راتوں کا ترپنے میں ان کو خبر نہیں

رہتا ہے کچھ بھی باقی نہ مرقد میں اختیار

ہم سے ہو احتیاط رقیبوں سے احتیاط

آئے اگر بجایہ وہ سفاک کینہ جو

قاتل ہو لائیکا یہ ظلم حشر میں

بے وجہ ہے ابھی سے قیامت کی بے رحمی

مڑگاں کی صفحہ کھڑی ہے براجمی ہوئی

ما تو نہ مانو تم کو ہے ہر طرح اختیار

موسیٰ لنگا میں سرمہ طور اپنی آنکھ میں

اے شاد محکو کچھ نہیں روز جزا کا عزم

ہمارا بار گزرم سے جدا ہو

یہی ہے آرزو اپنی خدا سے

شغلی شعر و سخن ہمیشہ

اچھا نہیں مکر و فن ہمیشہ

بر میں جو ہو گلبدن ہمیشہ

دل شاد ہیں اہل فن ہمیشہ

پوچھو نہ حال کچھ میرے حال تباہ کا

یار بڑا ہو اختر بخت سیاہ کا

یار بڑا ہو اختر بخت سیاہ کا

یار بڑا ہو اختر بخت سیاہ کا

کیونکر یہ مشکوہ میں کروں بخت سیاہ کا

شاید اثر بھی جاتا رہا اپنی جاہ کا

ہے ایک حال اس میں گرد اور شاہ کا

نظام نے خوب صنگ کا لاہری جاہ کا

دنیا میں پھر محل نہیں کوئی پناہ کا

ناحق تو خون کرتا ہے مجھ بے گناہ کا

کیونکر کھلا خیال ہو تم سے نباہ کا

مشکل ہوا ہونچنا بھی تیرے نکاح کا

احوال سن تو لو مگر حال تباہ کا

محکو ہو نور عین غبار اس کی لہ کا

گفتا ہوں میں وسیلہ تیرے الہ کا

خدا جانے ہمارا حال کیا ہو

کہ اس بت سے برآں کیا ہو

ہوا ٹھنڈی ہے بجلی کو ندرتی ہے
 ہوا دل نادرک مڑگاں سے گھایل
 ہوائے ان کے ہوگا فیصلہ جب
 طیبیوں نے کیا ہر چند دار
 رہے اب شاد کبتک زار و نالان
 یہ الفت نے مجھے وحشت عطا کی
 چھوٹی جب زلف مشکیں دلربا کی
 کیا ایفا نہ تم نے وعدہ وصل
 فقط تقریر چھوٹی تھی زبانی
 خیال قد موزوں سے پس از مرگ
 جو مانگا دوسرے زلف مغبر
 کئی دن سے ہے بدلا رنگ گلشن
 یہ آتی ہر صدا تربت سے ہر دم
 مجھے سودا ہے زلف مشکبو کا
 یقین ہے منزل مقصود ہر ایک
 نہ پایا بت کو گو پھکا بہت سر
 بہت دریائے الفت میں ہے غرق
 کبھی چلا کے میں رویا نہیں ہوں
 چھٹا صبح دم غنچوں کا گلچیں
 مراد نیا کا جنت میں کہاں ہے
 ستم ہے وہ اگر ہم سے جدا ہو
 اب اس سے اور کیا جور و جفا ہو
 ادھر وہ ہو ادھر میری قضا ہو
 مریں عشق ہوں کیونکر تنفا ہو
 تری خاطر میں کیونکر یہ روا ہو
 جنوں نے آکے میرے دل میں جا کی
 کہا دل نے سراسر یہ خطا کی
 وفا کی شرط گو میں نے ادا کی
 نہ دولت وصل کی اک دن عطا کی
 قیامت قبر میں دل نے بیا کی
 یہ فرمایا کہ باتیں ہیں خطا کی
 مگر آمد ہے اس گلگوں قبا کی
 جفا کی تو نے اے ظالم جفا کی
 خطا کی آپ نے میری رزا کی
 مقام عشق میں شاہ و گدا کی
 خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی
 نہ دیکھی ہم نے صورت آشنا کی
 محبت ہے یہ چشم سرمہ سا کی
 سلامی ہے مگر باد عبا کی
 نہیں خو خور میں ناز و ادا کی

وہ جس دم مسکرائے قتل پر شاد ہوئی امید محکوموں خوں بہا کی
 (۵۲) طاہر۔ بابو پنجاب رائے خلف منشی چھان لال صبا زیندار
 ضلع تربت متوطن موضع گھڈیوں پر گمزد سرسپا طاہر را جادو گار شاد
 شاد (جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے) کی سرکار میں دیوان تھے۔
 بیشتر عظیم آباد میں قیام رکھتے تھے منشی بہاری لال فطرت نے اپنی
 کتاب ائینہ تربت صفحہ ۲۰۱ میں ان کو اپنا برا اور غموی لکھا ہے۔
 ۱۸۷۸ء میں لکھنؤ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس کا
 گلدستہ مطبع منشی نول کشور کے اہتمام سے شایع ہوا تھا۔ طاہر نے
 مندرجہ ذیل غزل اس گلدستہ کے لئے بھیجی تھی وہ اس جگہ نقل کی
 جاتی ہے۔

ما شاعر اللہ ہے کیا تیرا معطر گیسو
 کیا کروں صفا کہ کیا ہے ترا دل گیسو
 لب سے آنکھوں سے زرخندان سے خساروں سے
 سورج گرہن کا گماں ہے منجم کو ابھی
 عکس سے تاج مرتع کے یہ ہوتا ہے کہاں
 آج کیا ہے کہ پریشانی ہے چہرہ سے غماں
 کیوں ادا سی ہے یہ چہرہ پاکہ حال کیا
 دسترس کی ہے یا غن و سما کی دوری
 یہ خطا اپنی ہے خود کردہ ریا پر غلام
 بال کھولے لب بام تم آؤں گز
 نافہ مشک ختن سے بھی بہتر گیسو
 سنبلستان ارم یا کہ معطر گیسو
 سب سے خوبی میں بڑھایا ترا نیر گیسو
 رخ خور تاب سے مل جائیں جو دم بھر یہ
 دشت طلحات میں ہی مودن گوہر گیسو
 کیوں میرا سر یہ نظر آتے ہیں اب گیسو
 رشتہ فتنی رنگ ہیں کیوں اور یہ گیسو
 آپ باؤں تو ہیں آج نلک پر گیسو
 خود پشیاں ہوں پڑھا کر تھے سر پر گیسو
 کہیں بن جائیں نہ اڑ جائے کو تھیر گیسو

کیا الٹ پھری کیا شانِ خدا پر طاہر
 شایق منشی للتا پر شاد ابائی وطن فرخ آباد تھا عظیم آباد میں مستقل
 (۵۳) سکونت اختیار کی اور یہیں کے ہو گئے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا
 ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں ان کی یہ غزل ہے۔

نیرنگ دیکھ دیکھ کے اس کا رنگاں کا
 واقف نہیں کہ صدیقی قشتوں کو کچھ کیا
 کان ان کے بھر گئے ہیں قیدیوں کی بات سے
 کیا کیا خوشیں وہ دکھاتا ہے رات دن
 خنجرِ محبت دکھاتا ہے قاتل تو دم بدم
 کیوں مرغِ دل کے واسطے پھندے کی ہوش
 خوابِ سہرِ خط کی جدائی سے ہر مو
 بے شرمی سے اگر رخ روشن کے ہوتو
 تریاقِ وصل ہے مری عیسیٰ نفسِ وا
 وعدے کئے تھے اپنے جو جو شبِصال
 ڈوبے گا ایک دن تو بحرِ وصال میں

شمس۔ منشی پریشہ سہائے ساکن عظیم آباد۔ تاریخ شعرائے
 (۵۴) بہار میں بھی ان کا ذکر ہے انجن رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۹ھ کے ایک
 گلدستہ میں ان کی یہ غزل مندرج ہے۔

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے
 پر یہ حیرت ہے کہ اس کو چہ کیونکر نکلے
 دیکھ کے حسنِ بیاں منہ نکلتا ہے درود
 پھول بکرمی نظروں میں ہر پتھر نکلے

کیوں نہ مٹ جاؤں میں اے دل کہ فرماتے ہیں
 آؤں گھر میں تھے میں غیر جو باہر نکلے
 شمع کی طرح ہجوم آج ہے پروانوں کا
 کیا وہ رکھتے ہوئے سر پر کلمہ نہ رکھ لے
 شمس سے نوش نے لکھی غزل فرقت میں
 شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے
 (۵۵) قاصر۔ لالہ جگت بہاری لال باشندہ عظیم آباد کو چہ چو الال متصل
 گزری صفیر ملکہ امی کے شاگردوں میں بھٹے اور میر رضا حسین صاحب
 رئیس محلہ مذکور کے مدارالمہام بھٹے۔ تاریخ شعر بہار میں ان کے یہ شعر
 پائے جاتے ہیں۔

ہوتے ہیں وصل یار کے سماں نے نئے
 پھر دل میں جمع ہوتے ہیں رماں نے نئے
 آتا ہے آج سیر کو وہ غیرت بہار
 بدے گا ابقو رنگ گلستاں نے نئے
 (۵۶) گیسو۔ بابونہ کتور سنگ عظیم آبادی۔ تاریخ شعراے بہار میں ان کا
 ایک مقطع پایا جاتا ہے پوری غزل نکلے سنہ انجمن رحمتی دمشاعرہ چہاں ہم ہیں
 موجود ہے وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

کیا کیا ستم ہوا فلک کینہ خواہ کا
 لیکن نہ مٹا کینہ سے کبھی نام آہ کا
 دکھلاؤں گے اثر دل نالاں کی آہ کا
 پرزہ اڑا پھرے فلک کینہ خواہ کا
 مانگے جو مجھ سے جان بھی بدوں بھی اسے
 حالانکہ میں فقیر ہوں پر دل ہر شاہ کا
 مہتاب میں جو داغ نمایاں ہے کیا سبب
 سایہ پڑا ہے کیا مرے بخت سیاہ کا
 قاتل نہ کر تو عاشقوں کو قتل بے خطا
 گردن پہ اپنی خون نہ لے بے گناہ کا
 ہر روز آپ غیر و سگار متے ہیں عیش میں
 خوش کیجئے ایک دن تو دل اس خیر خواہ کا
 کب یہ حسین تجھ سے بنا ہیں گے دوستی
 لے دل خیال رکھتا ہے کس سے بنا کا
 ہماری مخلو جھوڑ کے تنہا چلے گئے
 مشفق نہ حال پوچھتے گم کردہ راہ کا

لخت دل اپنا کھایا ہے خون جگر پیا
بدرمنیر گھٹتا ہے ہر روز کس لئے
اس ہستی دور وہ یہ و دن کے واسطے
زوروں پہ وحشت لئے تو جڑ سے اکھاڑ پھینکا
الزام تجلو کیا دوں تری کچھ خطا سنیں
یوں زار ہو کے تیری گلی میں پڑا ہوں
گیسو نہ فکر کیجئے عشقی کی دل میں آپ

(۵۷) جمیل۔ لالہ امر چند ساکن آ رہ تلمیذ صغیر بلگرامی۔ ان کا کلام

ان کے درشا کے پاس تھا راقم کو پتا نہ ملا۔ صغیر کے دیوان اول موسوم بہ
صغیر بلبل میں جمیل کا کما ہوا قطعہ تاریخ طبع ہے وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

میر فرزند احمد عالی ہم یعنی صغیر
سال تاریخ ان دیوان کا جمیل خوشنوا
ہیں وہی اس لر میں و مرجع پڑا پیر
از سر زور طبیعت لکھ کلام بے نظیر

(۵۸) خیر۔ بابو بلدیو پر شاداگر دال باشندہ آ رہ تلمیذ صغیر بلگرامی۔

اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ ان کا کلام
بہت تھا لیکن دستیاب نہ ہوا۔ شہنشاہ قمر الدین حیدر قمر آہ و کی شنوی
سراج دولت میں ان کا یہ قطعہ تاریخی فارسی میں طبع ہوا تھا۔

قطعہ

قمر صاحب طبع روشن بدہر
بن عیسوی وقت اتمام طبع
غیاں کردہ چوں صن طبع نکو
شدہ، نظم تر شد ز کلکم شنو
صغیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۸۹۳

(۵۹) نظر۔ بابو باسدیو داس رئیس آردہ تلمیذ حکیم سید شاہ قمر الدین حیدر قمر آروی عرف شاہ قمر۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام موجود تھا لیکن اب تایاب ہے اپنے استاد قمر کی شہنوی سراج دولت کی انہوں نے بھی تاریخ طبع کھی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نظم رنگیں قمر در عالم بہت عزت وہ گلزار بہشت
 سن طبعش نظر از فکر رسا محنت شاقہ نظم نوشت
 (۶۰) افسر۔ راجا پدماند سنگھ بہادر۔ راج بنیلی و کھرپور
 ضلع پورنیہ و بھاکپور کے مالک تھے۔ ۱۸۸۸ء میں انہیں سال
 کی عمر میں اپنے والد ہاراجہ لیلاند سنگھ کی جگہ پرستہ نشین ہوئے
 اردو فارسی انگریزی اور ہنگل ہر چار زبان میں کافی دستگاہ کھتے
 تھے۔ گاہ گاہ اشعار بھی کہتے تھے۔ خرم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر
 ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دل میں حسرت نہ رہے آج اگر تم چاہو لب لب سینہ بسینہ ہو آج کی رات
 بل بے شوخی کہ مجھے آپ تو بھیجنا نہ جواب خط نہ لکھنے کا کلام اس پر والہائے شوق
 چاہنے والے کی ہوتی نہیں حمایت زیاد شمع جلا کر دینی پر ان کی سورت زیاد
 قدرداں ہم ہیں ہمیں آکے شگھاؤ صائب مفت کیوں کرتے بدتم زلف کی کھنٹ باد
 جو آرزوئیں ل میں تھیں سب اک ہو گئیں تیغ اجل نے کاٹنے دست پائے جس

(۶۱) عاجز۔ منشی میوالال متوطن ضلع گیا۔ محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر
 تھے۔ ۱۹۳۸ء میں درجہ کا میں اپنے عہد پر کام کرتے تھے اس زمانہ

میں ان کے یہ اشعار نگہ ستہ پیام یار (بابت ماہ نومبر ۱۹۸۷ء) میں شائع ہوئے تھے۔

منہب ہجراں ہمارے تالہ و آہ عجب کیا ہے بلا دیں آسماں تک
 دل ناداں سمجھتا ہی نہیں کچھ بھلا اس کو میں سمجھاؤں کہاں تک
 پنشن یافتہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے کلام کا ایک مختصر مجموعہ موسوم
 کلید گنجینہ توحید، ۱۹۲۷ء میں شائع کیا تھا یہ مختصر مجموعہ سورہ صفحوں کا
 ان کا کلام صوفیانہ رنگ کا ہے۔ پھر ۱۹۳۳ء میں دوسرا مجموعہ موسوم بہ ہر توحید شائع کیا
 عالم غیب سے عاجز ہی آتی ہر صفا کچھ نہیں ہے کہیں مجھ واحد مطلق کے سوا
 جلوہ ذات خداوند تعالیٰ میں ہوں علم توحید و تصوف کا تجلا میں ہوں
 خود ہی بلا ہوں میں خود میں مطلوب اپنا خود ہی معشوق ہوں عاشق شیدا میں ہوں
 خدا کی کتاہ جس کو علم سوہ بھی اک خانہ بدلتا صورت نزار جب ہر ایک دم میں عال میرا
 کہیں سوچ کہیں نہ کہیں دیر کہیں نظر دنور کثرت اپنی محکو ہوا ہو ملتا حال میرا
 اس کے بعد ایک مستزاد، اٹھارہ رباعیاں اور چند غزلیں میں اول
 رباعی یہ ہے۔

دنیا ہے حقیقت میں خار ہستی ہر خاک یہ سب نقش و نگار ہستی
 جانانہ صفائی پہ جہاں کی عاجز مٹی میں ملائے گا غبار ہستی
 (۶۲) صداقت۔ بابو پر بھو نرائن گیا کے اطراف میں کسی دیہات
 کے رہنے والے تھے اور رانچی میں عدالت کے مختار تھے۔ رسالہ پیام
 یار لکھنؤ بابت ستمبر ۱۹۸۷ء میں ان کی غزل شائع ہوئی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔
 تعجب کچھ نہیں جل جائے گر غرضن پوچھتے ہیں یہ تالے لامکاں تک

(۶۳) ستم۔ منشی درگاہ پر شاد و خلع منشی ہیرالال قوم کا بیٹھ ساکن کیا۔
۱۸۹۴ء کے قریب پیدا ہوئے۔ شاعری میں کیفی کیا دی سے اصلاح
لیتے تھے پھر سلیمان خاں جادو ساکن کو افقہ صنلع آرہ کو بھی اپنا کلام
دکھاتے تھے ۱۸۹۶ء میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

صاف آئینہ نہ ہو تو وہ صورت نہ ہو صورت نہ ہو تو وہ صاف آئینہ نہ ہو
رگڑ رگڑ کے جس سنگ آستانہ یار مٹا دیا ہنو تجکو تو میرا نام نہیں
پیشہ کے پھر پھر آنا یہی تماشے ہوا کریں گے ہوا رنگی خلاف جب تک تو الٹے دیا ہوا کرنگے
(۶۴) بیتاب۔ لاکھن نرائن متوطن بھاگلپور ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے
ان کا ایک دیوان شایع ہوا تھا مگر اتم کو دستیاب نہ ہوا۔ ان کے دو شعر ایک
صاحب کو یاد تھے وہ اس جگہ نقل کئے جلتے ہیں۔

ہوئے سیرگشتاں میں میں سرگرداں پھرے گا ساتھ ہمارے کہاں صیاد
ترے کوچہ کے لاکھوں راستے ہیں بھلا کیونکر نہ دھوکا کھائے عاشق
(۶۵) الفت۔ لالہ اننت رام عظیم آبادی فارسی اور اردو دونوں بانوں
میں کہتے تھے ان کا ذکر تاریخ شعراے بہار میں بھی پایا جاتا ہے خم غمانہ جاوید
کے مطابق ۱۸۹۷ء میں حیات تھے۔

رحمتی کے مشاعرہ کے تین گلدستوں میں ان کا کلام ان کی نظر سے
گزارا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ۱۸۹۵ء تک یقیناً زندہ تھے۔

رباعی مندرجہ گلدستہ سوم

گذرے ایام نو جوانی افسوس وہ رنگ شبابِ رعوانی افسوس
پیری آئی کہ کوئی قاصد آیا لایا ہے جوابِ زندگانی افسوس

۸۶
 وہ عیش وہ ساز لے جوانی افسوس دیکھ
 وہ وصل کی شب وہ شادمانی افسوس
 کیا حال کہوں جو تیری صحبت چھوٹی
 تنہائی گو دو بے زبانی افسوس
 غزل

دیکھی تری انجمن ہمیشہ
 زخموں سے ہے زیب تن ہمیشہ
 ممکن نہیں وصل ہو میسر
 تھا دل کا لگاؤ ابروؤں سے
 کرتا رہا ہم سے آسماں چال
 ناقوسِ عبت بتوں کے آگے
 اثبات دہن میں گفتگو کیا
 جاتا نہیں مے کشی کا لپکا
 کیا تیغ سے باڑہ پر تمہاری
 تر گس کی نظر کہیں نہ لگ جائے
 اللہ سے اشک کی روانی
 جوتی کا بندھانہ ہم سے مضمون
 ساقی سے ہے دار بست ہلو
 مڑگاں کی خلش گئی نہ دل سے
 کوچہ ہے بتوں کا دل سے ہشیار
 کس بت نے سنی صدائے تکبیر
 غربت میں بھی ہم بختے فارغ البال
 تھا پیش نظر چمن ہمیشہ
 گلزار ہے پیرہن ہمیشہ
 اغیار ہیں رختہ زن ہمیشہ
 دیکھا کئے باتکین ہمیشہ
 کج اس کا رہا چلن ہمیشہ
 پھونکا کئے برہن ہمیشہ
 غیروں سے جو ہو سخن ہمیشہ
 مستانہ رہا چلن ہمیشہ
 جو ہر سے ہے موج زن ہمیشہ
 جایا نہ کرو چمن ہمیشہ
 چشمے ہیں یہ موج زن ہمیشہ
 ابجھا ہی رہا سخن ہمیشہ
 میخانہ رہا وطن ہمیشہ
 پہلو میں ہے نیش زن ہمیشہ
 میں گھات میں راہزن ہمیشہ
 زائد رہے نعرہ زن ہمیشہ
 تھا پیش نظر وطن ہمیشہ

ہے باعث صد محن ہمیشہ
ہے مد نظر چمن ہمیشہ
بڑھتا رہا ضعف تن ہمیشہ
پہلو میں رہا چمن ہمیشہ
تھا جامہ تن کفن ہمیشہ
سودا کا رہا چلن ہمیشہ
مربستہ رہا سخن ہمیشہ
اک برق ہے شعلہ زن ہمیشہ
دن رات ہے انجمن ہمیشہ
جو دل میں ہو شعلہ زن ہمیشہ
رنگیں ہے مرا سخن ہمیشہ

میکر گلہ سستہ چارم

نعرہ بلند ہو نہ سکا اپنی آہ کا
جھنڈا گرہا ہے عشق معنی پہ آہ کا
تو پھر بدلتا بھی مجھے تیرا نگاہ کا
یا ہے نشان میل پرستاں کی آہ کا
ڈھیلے لگاے چشم سیاہ کا
پھر سلسلہ بڑھا ہے گے دل کی آہ کا
باندھا ہے گھر تو حلقہ زلف سیاہ کا
ہے دل میں عشق ایک بت رنگ ماہ کا
سمتے چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا
پھر ذکر کیا ہے آپ کی تیغ نگاہ کا

کیونکر نہ ہو عشق دشمن جاں
ہم مست ہیں پھول لے رہے ہیں
بھٹی دل کو جو کمر کی الفت
داغوں سے ہوا یہ لطف حاصل
مرتے رہے جیتے جی بھی تم پر
گیسو کا ہے تیرے گرم بازار
عقدہ یہ کھلا ترے دہن کا
کیا زور ہے اضطراب دل کا
ہے دل میں ہجوم درد و غم کا
ساقی وہ مئے دوا آتشہ دے
وصف رخ گل رخاں سے الفت

تھا دل کو عشق سرمہ چشم سیاہ کا
حامی خدا ہے آج بتو داد خواہ کا
تو وہ بنا چکے جو مجھے گرد راہ کا
دنبال ہے یہ سرمہ چشم سیاہ کا
دیوانہ ہوں میں آپ کی تر چھی لکھاہ کا
سودا ہوا ہے یار کی زلف سیاہ کا
کا داد کھا دو آج سمت نگاہ کا
کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا
ہاتھوں ان کے شوخی رنگ حنا نہیں
ہوتے ہیں قتل جنبش ابرو سے سیکڑوں

پھاڑا ملائکہ نے مرا نامہ عمل
عشاق مرے ہیں لگا وٹا پہ جھل
افشاں کولن کی ہم نے کہا نجم فرقاں
کر لیں گے بخت و اور محشر کے سامنے
دل پیشکش ہے نذر ہے یہ جان زار بھی
جب ہو گیا ہے دیدہ گریاں کسا منا
کیا شب کو کٹ گیا مہ کا مل بھی دیکھ کر
کیا چل رہی ہو تیغ لگا وٹ کی چال اہ
دل ہاتھ سے سمجھ کے حسدینوں کو دیجئے
بیعت مجھے بھی مشرب پر مغاں میں ہو
کعبہ کنشت شیخ برہمن سے کام کیا
آخر پکار اٹھیں گے فرشتے بھی لا ماں
کچھ بھی غصیض گور کا اے منعمو خیال
الفت سفر ہے دور کا منزل بھی پڑے

دیگر (گلدستہ پنجم)

اعجازِ نازِ عشق بت ہر لقا ہو
شوریدہ سری میں سرگسور سا ہو
کب خذہ گل گریہ لبیل کی صدا ہو
نالہ جو کردن شور قیامت سے سوا ہو
آباد یہ میکش رہیں ساقی کا بھلا ہو

جب ہو سر کا حساب نہ جرم گناہ کا
انداز کچھ نیا ہے تمہاری نگاہ کا
قائل ہوا ہے ہم سے منجم نگاہ کا
دیکھیں تو کیا بیان وہاں ہو گواہ کا
لکھ دیں مگر حضور مچکا نب ہ کا
پانی ہوا ہے گھل کے دم ابر سیاہ کا
چمکا جو سر پہ ان کے ستارہ کلاہ کا
انداز اڑا لیا ہے تمہاری ہنگاہ کا
قصہ نہیں سنا ہے فرشتوں کی چاہ کا
ساقی ادھر بھی دور کرم کی نگاہ کا
حافظِ خدا ہے بندہ بے دست گاہ کا
قصہ کا گھر ہے شور مرے دل کی آہ کا
دو دن فقط بلند ہے گوشہ کلاہ کا
تم کو خیال کچھ بھی نہیں ز اوراہ کا

داغِ دل عاشق ید بیضا سے سوا ہو
دیوانے کو لازم ہے کہ زنجیر بیا ہو
کب دیکھے گلشن میں یہ تاثیر ہوا ہو
عالم تہ و بالا ہو خدا جانے کہ کیا ہو
پھر قتلِ مینا کی بلند آج صدا ہو

پھر زخم مرے دل کا کہیں آج ہر ہو
 لے جان جو ہے وعدہ وصل آج وفا ہو
 مدت سے جواب خط جاناں نہیں آیا
 کس کس کو مری طرح کیا عشق میں باد
 کیوں صبح سے پھر آج بھی آشفقتہ سری
 اتنا نہ ستم ڈھائیے انجام برائے
 جب ہم نہ سزاوار ہے لطف و کرم کے
 لازم نہیں یوں غیر سے تضرع کی باتیں
 ہم وصل سے باز آئے جو ہر آب کو انکار
 بستر پر مری جان بچھایا نہ کرو پھول
 کہتی تھی مدی توں سے ہی نجدیں لیلی
 صیاد یہ کیا طرہ ہے انصاف چمن میں
 انداز سے باہر ہیں قدم دیکھ کے چلے
 اے شوق سمجھ کر رہ الفت میں اے پاؤں
 لا ڈھونڈ کے مضمون نے غیب سے کوئی
 تھکا خطا کے سوا اور بھی پیدا مری بانی
 فائدہ جو وہ مجھ زار کو پوچھتے تو یہ کہنا
 الفت جو وہ بت ہو گیا ہے غیر کا مانو
 شاق گلگشت چمن پر بلبل ناشاد پر
 حسن آرائش نے آمادہ کیا بیداد پر

قاتل دم شمشیر دم باد صبا ہو
 کس کو خبر کل کی خدا جانے کہ کیا ہو
 کیا جانے کچھ غیر کا نقشہ نہ جما ہو
 اس الفت کا نر کا بھی ابدتہ بھلا ہو
 لائی نہ صبا کو چہ کیسو کی رہا ہو
 یوں جان کسی کی جو تل تلے تو کیا ہو
 پھر کس کو بھلا آپ سے رہا وفا ہو
 بڑھ جائے منہ میں تو کوئی بات تو کیا ہو
 بوسے کے جو اقرار تھے فرما تے کیا ہو
 نازک ہو رگ گل کہیں چھو جائے تو کیا ہو
 دیکھو پس ناقہ نہ کوئی ارادہ کیا ہو
 گل چیں کا ستم گل یہ ہو بلبل کی مریاد
 ٹھوکر سے مری جان قیامت نہ کیا ہو
 یہ راہ وہ ہے ختمہ کو بھی غمزدن کیا ہو
 پیدا تو نئی بات کوئی فنا کیا ہو
 ڈر ہے کہ نہ کچھ حال رہیوں کیا ہو
 ہماں خدا دم کھنکھن کیا ہو کیا ہو
 جانے دولہے نہ تھی اور کو کیا ہو
 نفس گل ہے کھول دے بہری صبا پر

گوشت کس گل پیرین کا ہری فریاد پر
 کھا پریشانی کا شک مجموعہ افساد پر
 آستان اپنا سے موج نکمت برباد پر
 زعفرانی تاب ہے کیا خنجر فولاد پر
 آئینہ کا ہے گماں اب قد آدم زاد پر
 پرگئے دھیتے جو خوں کے دامن جلاؤ پر
 کیا لب جو چل گیا آرزو سہر شمشاد پر
 اب چڑھائیں چل کے تیشہ تربت فرہاد پر
 آنکھ کے رستے سے دور گئے ہری فریاد پر
 ہے جنازہ اپنا دوش بانی بیداد پر
 نالہ دل کچھ اثر دکھا دل صیاد پر
 خیرے بیٹے ہیں مئے ساقی کسی کی یاد پر
 ہو گیا سکتے کا عالم حیرت بہزاد پر
 ہو گئے عاشق فرشتے حسن آدم زاد پر
 حشر میں سایہ ہو رحمت کا مئے استاد پر

فارسی

باناہ قفل بط مئے کوس بگوش است
 امروز نسیم سحری عطر فردش است
 این شعلہ فریاد کہ بے کیف خموش است
 مہر است کہ در شیشہ پری باد لہ پوش است

بچکیاں آتی ہیں پیہم آج کس کی یاد پر
 مایل حسن پر یہ دیاں ہوا تھا جب سے دل
 ضحمت میں اندیشہ صیاد ہم کھتے نہیں
 کیوں رہا کرتے ہیں قاتل زخم دل خندا دم
 موبو حسن صفا سے شکل جو سر ہو گیا
 حشر کے دن کیا ہمارے خون کا محضر ہو گیا
 آج موج جنبش رفتار ناز یار سے
 دروہ عشق لب شیریں میں کم تو نہیں
 بیکسی میں اہلے غمخوار سی طفل مرشد
 بعد مدت کس تمنا سے بر آئی ہے مراد
 وحشت افزا آمد فصل بہاری پھر پائی
 یہ تری خاطر و خوشی و طبیعت خلعت
 اپنی یکتائی کے قابل آج خود ہی ہوئے
 یہ خدا کی شان و پایاوتوں نے بھی فروغ
 ہے عاید اور حشر سے الفت کی مدام

امشب مئے گل رنگ مغاں بر سر خوش است
 در کوچہ الفت گذر افتاد صبارا
 از آتش تر ساقی کلفام بر افروز
 افشان جبین جلوہ ز پر تو دگر افروز

نہ نمود گراں جانی من تا اثر آخر
 از موسم گل مژدہ سر خار معیلاں
 بے کیف مغان شیشہ خالی ست و ماغم
 چون بلبل شیر از غزل خوانی الفت
 ترک من شست از پے صبر کو تر بسته
 جو زلف مشکبویاے متوخی بر سر بسته
 تاج شبنم بر سر افشاں چیدہ لطف میدہ
 کدیت این طفل پر ز احسین بالا دوست
 تا کشیدی در نفس صیاد رحمت بایدت
 شیرم صیاد از پرواز رنگ رخ بس است
 الفت از موج شرک خویش بوناخو استی

(۶۶) بسمل۔ منشی مولال متولمن عظیم آباد قوم کالیستہ ماتھراجمن
 رجمتی کے تین کلدستوں ۱۲۹ھ میں ان کی غزلیں طبع ہوئی تھیں وہ
 ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۱۲۹ھ کے بعد انتقال کیا۔

سنتے تو رہے سخن ہمیشہ
 یوسف نہ ملا تو پیر کنعاں
 وہ چشم سپید جو کھتی نظر میں
 بلبل کی دعا کے دل یہی ہے
 پروانہ صفت کسی کی نو میں
 بلبل جو کرے ثنا کسی کی
 آیا نہ نظر دین ہمیشہ
 سونکھا کئے پیر میں ہمیشہ
 دیکھے کالے سر ان ہمیشہ
 شاداب رہے چمن ہمیشہ
 جلتا ہی رہا بان ہمیشہ
 سکر نہ رہے دہن ہمیشہ

پروانوں کے داغ دل سے ہر شب

مہتاب سے ہر سے زیادہ

ہاتھوں سے جنوں کے قبر میں بھی

برائے امید وصل کیونکر

اے چرخ یہ کیسی کج روی ہو

اس تیغ و دودم کی آرزو میں

حالت پہ ہماری بے خودی کی

سینہ میں حرارت تب دل

دلچسپ ہے گو مقام غربت

کس تر چھی بنگاہ کا ہوں سبیل دیگر

فرش سے تابہ لامکاں دیکھا

بوسے گل کی طرح ہر اک شے میں

قصہ شیخ و برہمن کچھ ہو

اس کی قدرت کا اور صنعت کا

ہر صنم کے جمال صورت میں

اب تو بوڑھے ہوئے لڑکپن سے

رہنے والو ریاض عالم کے

ایک نئے تو ہو، جلوہ گر ہے تمام

چرخ کا دور تفرقہ پرداز

غرض نظر آیا ایک نالے میں

روشن رہے انجمن ہمیشہ

چمکا کیا وہ بدن ہمیشہ

صد چاک رہا کفن ہمیشہ

افلاک ہیں رخسار زن ہمیشہ

اک جانتہ رہیں دو تن ہمیشہ

پہنے ہی رہے کفن ہمیشہ

رہتے ہیں وہ خمد زن ہمیشہ

یارب رہے شعلہ زن ہمیشہ

پر یاد رہا وطن ہمیشہ

بھایا کیا بانگین ہمیشہ

وہی آیا نظر جہاں دیکھا

کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا

اپنے دل کو ترا مکاں دیکھا

سرو قد کو ترے نشاں دیکھا

اپنے معشوق کو نہاں دیکھا

ان کو جب دیکھا نوجواں دیکھا

تم میں سے کس نے باغیاں دیکھا

خاک سے تابہ آسماں دیکھا

اپنے اور ان کے درمیاں دیکھا

آسماں آہ کا دھواں دیکھا

فرش سے عرش تک گیا بستم
 کچھ بھی اثر دکھاؤں گرا پئی آہ کا
 پہونچا ہے شعلہ تابفلک میری آہ کا
 اے دل نہ پڑ تو کا کل مشکلیں کے پیچ میں
 کہہ دیجو پیام زبانی یہ نامہ بر
 دیکھا کبھی نہ بھر نظر اس خوف کے نہیں
 دنیا فریب دیتی ہے ہر ہر قدم یہ کیوں
 مقتل میں تیغ یار کی اس ناز سے چلی
 لیل نہا رساتھ خیاں ہو گیا لطف و
 اجائے کہ جان کے جائے کا وقت سے
 دل آئینہ سے صاف زیادہ دکھاؤں گا
 جلسہ مشاعرہ کا عجب جائے لطف ہے
 دھوکا اندھیری رات کا ہر روزگار کو
 وہ چال چاہ جس سے بھلا ہو کہ برا ہو
 جو عشق میں ثابت قدمی سے نہ ملتا ہو
 دل آپکے ہم پر کبھی آجائے تو کیا ہو
 اس قالبِ عنبر سے نکل جاؤں تو کیا ہو
 اس گردِ شبنم دوراں سے نکل جاؤں تو کیا ہو
 بنیاد ابھی قطع کروں خواہش دل کی
 وصال کا مزا ہجر کے صدیوں کے ملا ہو

آہ کو تیری بے گماں دیکھا
 دل پانی ہو کے بہ چلے ابرسیاہ کا
 پر جلتے ہیں قمر شبنم کے غل ہر سیاہ کا
 کاٹا کوئی بچا نہیں مارسیاہ کا
 ہر سانس میں شرارہ نکلتا ہے آہ کا
 دھبہ لگے نہ گوئے بدن پر نگاہ کا
 بھولا ہے چلنے والا کوئی سیدھی آہ کا
 تھا ہر دہان زخم سے غل آہ واہ کا
 گیسو ہر گوئے گال پہ لٹکا جو ثناء کا
 دم منتظر ہے آنکھوں میں اس کنگاہ کا
 سر کے تو آئینہ ترے پیش نکاہ کا
 غل پئے رہا ہر طرف اک آہ واہ کا
 پھیلا دھواں جہاں میں جو بستم کی آہ کا
 کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی برا ہو
 کیا معنی ہیں مرگ خدا سے نہ ملا ہو
 ہم ہو میں فنا آپ کی صورت اور بقا ہو
 سٹی تو بنے آگ سے اب دھوا ہو
 نے ہم ہوں تم ہو نہ میں ہو نہ سما ہو
 ناراض ہوں اپنے سے اگر اس کی فنا ہو
 معشوق کا عاشق کی زباں پر جو کلام ہو

افلاک کی آشفۃ سری سے عریہ پیدا
کھینچ جائے اگر زوروں پہ نئی کشش عشق
ہبتاب حیا وہیں گر جائے زمیں میں
بے قائدہ اس فکر ترود کا بکھڑا
الچھاؤ میں نیکے پھنسا تھا دل بسمل
کیونکر کہوں اللہ سے وصل وہ ہوا ہو

(۶۷) مشہور۔ حکیم ٹھپپی پر شاہ عظیم آبادی۔ طبابت کے پیشہ
کے ساتھ شاعری کا مشغلہ بھی جاری رکھتے تھے اکثر مزاحیہ اشعار
کہتے تھے۔ تاریخ شعراے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعرہ
کے دو گلدستوں میں ان کا کلام پایا جاتا ہے۔ اشعار ذیل بطور نمونہ
کلام درج کئے جاتے ہیں۔

میں الفت نہ خم میں نہ شیشہ میں سنا میں
نہ پایا مادہ اس کا حکیموں نے بہت دیکھا
کہو مشہور تم نے سیکڑوں پیرے کئے کیوں
مشتاق ہو اگر تو ہو عاشق پناہ کا
ابا بڈوں سے کوچہ جاننا تو بس گیا
میرے کلام عشق بھرب ہیں نسخہ جات
کہنا گئے ہیں ل سب اس جنگ گاہ میں
اب دل میں بغض بیٹھ گیا ذکر اٹھ گیا
در بار حسن میں ہے برابر مقدمہ
مشہور ہو کہاں کہو اب کس کا ساتھ ہو

مگر یوں... کے مینا میں تل میں کنڑ میں
کفایہ میں قرا بادیں میں بحر الجواہر میں
گلی میں استے میں آہ میں بازار میں گھر میں
امید وار ہو تو اسی بارگاہ کا
احوال سے خراب ہر اک خانقاہ کا
لیوے لڈا نگہ ہو جسے صفت باہ کا
شیو شیو کا، گاڈ گاڈ کا اور لا لا کا
الفت کا دوستی کا محبت کا چاہ کا
مغلس کا بیوا کا تو انگر کا شاہ کا
ہر وقت کا ہمیشہ کا شام و پکاہ کا

(۶۸) رونق۔ لاشوتا تھ سہائے ولد منشی کشت دیال صاحب
ساکن پکری براواں ضلع گیا حضرت اکبر دانا پوری کے شاگرد تھے۔
اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ لکھنؤ اور بریلی
کے رسالوں میں آپ کا کلام اکثر شایع ہوتا تھا۔ خم خانہ جاوید میں بھی ان کا
ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

خوش خرامی میں بھی حب کی توجہ چاہئے
وہ دل سے ایسا ہی سمجھیں لطف ہو ورنہ
پاؤں میں چھالے جگر شق دل میں درد
کس قدر پروردہ رونق زبان عجب
دیکھئے دل خاکساروں کے ہیں غلطن زریا
لکھا جو عاشق شیدا خطاب کیا ہو گا
میں فراق عجم کا پتلا ہو گیا
کوش اڑ جاتے ہیں سن سن کر بیان عجب
بود و نا بود انسان کے لئے مثل حباب
ہستی و نیستی ہے اپنی خبر کے مانند

(۶۹) رحمتی۔ کنور سکھراج بہادر خلف کنور ہیرالال صنمیر عظیم آبادی
عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے۔ ۱۲۹۵ھ ہجری میں انہوں نے بڑے
دھوم دھام سے پانچ مشاعرے کئے تھے جس میں صوبہ بہار کے اکثر
نامی شعرا شریک ہوئے تھے۔ چار مشاعروں کے گلہ ستے (مطبوعہ)
راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔

اپنے جد بزرگوار راجا پیارے لال الفتی کا دیوان انہیں نے
۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں طبع کرایا تھا۔ اردو اور فارسی دونوں
زبانوں میں ان کا کلام بہت کافی مقدار میں پایا جاتا ہے بعض منتخب
اشعار یہ ہیں۔

قطب بند

بھولا رہے یہ تمہیں ہمیشہ لب پر ہے یہی سخن ہمیشہ
اللہ کرے رہے یہ سرسبز حافظ رہے پختن ہمیشہ

مطلع

قائم رہے خدمت تن ہمیشہ کوچہ ہو ترا وطن ہمیشہ
فارسی

دلا صبر و قرار من چہ کردی ز دستم اختیار من چہ کردی
یہ ہجر سن گشتہ رشک چمن ہا دل صد داغدار من چہ کردی
چہ کم بود است کوہ فرقت او تو اے سنگ مزار من چہ کردی
پریشانی جو کھتی لکھی ہوئی اپنے مقدس ہوتی کس طرح سو اے کیسو کی جگہ سر میں
میں تک دوستی اہل زمانہ کی ہو چکے ہیں کوئی صورت بھی پھر اپنی نہ پچانے کا محشر میں
دکھا کر دے گئے ہیں جب اپنی زلف شبنگوں اندھیرا سا نظر آتا ہے محکو ہر طرف گھر میں
یہ کلدستہ ہمارا چھپ گیا ہو رختی اب تو رہے گایا دکھارا پنا پس مردن بھی ہر گھر میں
کیوں مٹے تلوں نہ دیدہ حیرت چاہ کا آئینہ رُفے یار بنا ہے نگاہ کا
جب آپ ہی کو پاس نہیں سمجھتا راہ کا کیا فائدہ ہو بھی ارادہ نباہ کا
سوز دروں جل کے ہے سبز جویری خاک آنکھ ان بتوں کی محکو ہے گوشہ پناہ کا
یوں بے حجاب بام پہ آیا نہ کیجئے قابو میں لے گا نہ اک اہل راہ کا
تکلیف دست و تیغ اٹھانے سے فائدہ کافی ہے میرے قتل کو خنجر بنگاہ کا
یوں جستجوے یار میں ہے بقیرار دل بھولا ہوا پھرے کوئی جس طرح راہ کا
بیگانہ بنکے پوچھتے ہیں حال رحمتی تا جس میں ہوا ارادہ نہ ظاہر نباہ کا

دل از دوست ریودند و فغانم دادند لذت جور و جفا ہا کہ نہ انہم دادند
چوں من رختی آبلہ پارا پر سید کوہ و صحرا کہ وطن بود نشانم دادند

اردو

جب سلسلہ جنباں یہ تری زلف رسا ہو عاشق ترا کس طرح نہ زنجیر پہ پا ہو
اور وہ تو آپ آنکھ لڑاتے ہیں ہمیشہ میری بھی طرف اب نظر لطف ذرا ہو
وہ دختر زکی نہ رہے تاک میں کپو نہ کر اس مست کے اے رختی دل جس کا لگا ہو

دیگر

شعلہ آتش حسرت چو شراب مست امروز مرغ نظارہ بردیش جو کباب مست امروز
رختی نالہ زار تو قیامت بنمو و کز عدالیش جگر سنگ چو آب مست امروز
نکہ از چشم مخدوش چہ سہاں مستانہ می گردد فرنگی زادہ رست از میخانہ می گردد
ز شوق شعلہ دیان رختی سوزد جگر مشب جگر دہینہ و سینہ چو آتش خانہ می گردد

اردو

تری ان مست آنکھوں کا کوئی دیوانہ بنتا ہو تو بعد از مرگ اس کی خاک کا پیمانہ بنتا ہو
نہوئے دسترس غیروں کا زیب لطف محبوباں ہماری ہڈیوں کے اسلئے اب شانہ بنتا ہو
خوشی لب یہ کھنار رختی سکھراج بہتر ہے خموشی کی بدولت دل خدا کا خانہ بنتا ہو
دکھا کر وہ گئے ہیں جب اپنی زلف شیکوں کو بلا میں آ رہی ہیں مے سر پہ دیکھتے ہیں
کسی کی مست آنکھوں پر مراد رختی شاید کہ بنتا خاک سے اس کی ہر سانہ دیکھتے ہیں

(۷۰) حسرتی۔ لالہ سید ابرہہ شاد ابن لالہ مہراج سنگہ ساکن عظیم آباد
دکیل عدالت دیوانی۔ حسرتی محکمہ صدر اعلیٰ میں ڈگری نویس تھے۔

بیشتر فارسی کہتے تھے اور ناظر وزیر علی عبرتی سے اصلاح لیتے تھے۔ تاریخ
شعراے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یار بہارِ آلودہ رخ یارِ من است این یاقطرہ شبنم بگل یا سمن است این
اے حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دلِ خستہ رکالہ آتش کہ زبانِ اردہن است این
(۷۱) حامد۔ منشی گھنڈی لال باشندہ مونگیر شاگرد حافظ ضیغم۔
تاریخ شعراے بہار میں ان کا یہ شعر ملا۔

نامہ شوقِ رقم کرتا ہوں اسکو حامد کیوں نہ دو دِل مشتاقِ کبوترِ بجائے
(۷۲) فرد۔ منشی پیارے لال عظیم آبادی۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔
ان کی ایک غزل گلدستہ عشرتی نمبر ۶۷۱۳ مملوکہ کتب خانہ مشرقی بیٹنہ میں
نظر سے گزری یہ غزل انہوں نے "مشاعرہ ۲۳ ماہ شوال مطابق ۱۶
ماہ جولائی شب یکشنبہ مقام کمرہ باؤلی مکان نواب لطف علی خاں بہادر
سی آئی ای میں پڑھی تھی۔ گلدستہ میں سہ مذکور نہیں ہے صرف دن
اور تاریخیں درج ہیں۔

دامِ بیاس کے نہ آئیں گے جو دانا ہوگا
لاہق سیر نہیں ہے یہ طلسمِ ہستی
دل ہمارا نہ کبھی مائل دنیا ہوگا
حق شناسی نہیں حصہ میں ہر اک کے یارو
اسکو کبھی گداوی جو کوئی بننا ہوگا
لاکھ تکلیف پہ تکلیف ہو خالق کے سوا
سو میں و ایک کا آئینہ ساسینا ہوگا
نہز کی ان سے نہوگی جو خدا والے ہیں
کبھی بندہ تو نہیں طالبِ دنیا ہوگا
جو خدا کو سمجھو کہ خدا اس کا ہے
وہ برا سمجھے گا اپنے کو جو اچھا ہوگا
زادہ گلشنِ فردوس وہی ہے مجھ کو
خلق میں پھر نہ وہ محتاج کسی کا ہوگا
کو چہ یار میں مر کر جو ٹھکانا ہوگا

تہر سبکین ترا مثل کہاں سے لادوں نہ کوئی تھا نہ کوئی ہر نہ اب ایسا ہوگا
 شعر گوئی کا رہا شوق تجھے گراؤ فرد ہے یقین خلق میں تو شاعر بن گیا ہوگا
 (۷۳) حیرت - بابو جگیش لال رئیس گیا۔ گیا لٹری کلب کے خاص ممبروں
 میں تھے اور کلب کے مشاعروں میں اکثر شریک رہتے تھے شمس العلماء
 سید امداد امام اثر سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ۱۹۱۶ء کے قریب انتقال
 کیا ان کی غزل جو مشاعرہ واقع ۱۸۹۸ء کے گلدستہ میں شایع ہوئی
 بطور نمونہ کلام درج کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ ۶۶۶۴ مملو کہ کتب خانہ
 مشرقی پٹنہ میں موجود ہے۔

یارب کہیں وہ تن سے مرا سر جدا کرے کب تک یہ بار دوش پہ میسے رہا کرے
 چاہے جفا کرے وہ حسین یا وفا کرے اب تو دیا دل اسکو جو چاہے خدا کرے
 کب تک کوئی فراق کے صدمے سہا کرے گھر کے مرنے جاے جو انساں ٹوٹا کرے
 موجود ہیں ہر طرف کو دل و دیدہ و جگر تیر نگاہ یار جہاں چاہے جا کرے
 وہ شمع رہ بھی بزم میں ہی اور شمع بھی پر وائے دیکھیں جان کو کس پر خدا کرے
 ہر سبزہ کی زبان سے ہی حمد کبریا غافل چمن میں گوش نصیحت جو دا کرے
 آپ بقا ہوا نہ سکندر کو دستیاں تقدیر ہی رسا نہیں نہ بیر کیا کرے
 رخصت گلوں ہوتے کہ جاتی ہر فصل گل صیاد بے وفا جو تفس سے رہا کرے
 اس وقت اپنے چاہنے والے کی قدر ہو تم کو بھی جب کسی کا خدا مبتلا کرے
 بندہ کو غدر کیا ہے جو مالک کی ہوا رضا راضی ہیں ہم اسی میں جو چاہے خدا کرے
 گشتگی بخت کے شکوے کہاں تلک تقدیر ہے بگاڑ پہ نہ بیر کیا کرے
 حیرت خدا گواہ ہر ان بھی جو تک آئے جو ظلم چاہے وہ بت نہ آشنا کرے

(۷۴) ہندو۔ ہنستی بھولانا تھ ساکن گیا تلمیذ سلیمان خاں جادو
 ساکن کو اٹھ ضلع آرہ سن ولادت معلوم نہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا
 ان کی غزل گیا لٹری کلب کے گلدستہ ۱۲۸۹ء میں شایع ہوئی تھی
 وہ نقل کی جاتی ہے یہ گلدستہ نمبر ۶۶۶ خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ملک ہے۔
 ہر نقاب سے کہیں وہ رخ ذرا کرے خورشید زرد و ہوا اگر سامنا کرے
 سو بار آب گنگ سے منہ دھو لیا کرے تب بحر حسن کا تھے وہ بت ثنا کرے
 تعریف تیرے دندان کی اے گل کیا کرے سو سن صفت جو پیدا زبان تیا کرے
 گر حال پرکے تو کرم سا قیا کرے خم بھی لگا دے منہ سے نہ آف بھی را کرے
 بیچھے ہیں اس گھر کو چہ میں اب جو خدا کرے جو رستم کرے وہ صنم یا وفا کرے
 کھینا تھا جو کھچا ترا نقشہ اے سیم تن پیدا تو ایسا دوسرا دست خدا کرے
 پیغام وصل سنکے یہ کہنے لگا وہ شوخ لے قصد وہ ابھی ذرا اپنی دوا کرے
 ہر گام پر جو گھنٹا و بجا و گئے اے صنم کیونکر مراک نہ قبر سے مردہ جیا کرے
 اس بت کا دیکھنے کہیں پائے جہاں تو زابد خدا کو پھوڑے مان جیا کرے
 اے شمع رو تو آمری حالت زبون ہے بتی کی طرح دل مرا کبتک جلا کرے
 صورت ہی بدلی ابر کی گھنگور ہی کھٹا ساقی تمام شب ترا سا سحر جلا کرے
 بے عشق وہ صنم نہیں طے کا زابدا سو بار سجدوں میں اگر جھکا کرے
 تار گریں میں یہ وہیں ٹوٹ ٹوٹ کر منسنے میں منہ کو تو کہیں دند ان کا کرے
 ہر طرح کا کمال ترے بانگین میں ہے چاہے تو ایک پل میں قیامت بپا کرے
 ہند و جناب حضرت جادو کے فیض سے
 یہ رنگ شاعری ترا یوں ہی جما کرے

(۷۵) مسرت۔ بابونڈ کشتور لال بی لے ال ال بی رئیس گیا۔
 خلف منشی جواہر لال لیجلیٹو کا نسل کے ممبر بھی تھے فارسی اور
 انگریزی میں فارغ التحصیل تھے اردو شاعری میں حضرت کی عظیم المرتبت
 دانا پوری سے تلمذ تھا اشعار اچھے کہتے تھے بچپن میں سال کی عمر میں سنہ ۱۹۰۷ء
 کے بعد انتقال کیا۔ خواجہ عشرت لکھنوی نے تذکرہ ہندو شعرا میں ان کا
 ذکر کیا ہے۔ ٹرری کلب گیا کے راکین ہیں تھے اور بیانی اور ادبی
 تحریکوں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ کلب کے مناعہ ۱۹۰۷ء کے
 گلدستہ نمبر ۶۶۶۲ کتب خانہ مشرقی، پٹنہ میں ان کی یہ نثریں نایاب
 ہوئی تھیں۔

پھر حوصلہ دعا کو ہوا پروا کرے
 مفتوں صد نگاہ تماشا دل مرا
 صد گونہ حد صبر سے افزون شوق
 پھر دیدہ و جگر میں ہیں باجم چشم گریں
 پھر تیغ ناز ڈھونڈتا ہر سینہ و جگر
 پھر جیکے بوس ہی کہ بیویوں و تار تار
 پھر گرم آہ شعلہ نشان بول زریں
 ان روزوں خوش پر ہی پھر شگ ان لیل
 پھر عشق چاہتا ہے ترے آستانہ پر
 میرے غبار کو ہے خیال عروج پھر
 پھر امتحان جاریہ دل کو چلی پیاس

ظالم حفا سے باز آتے خدا کرے
 اس کو کھار دھناک کوئی شروذ کرے
 کیا جو نصف کو کوئی عروت دیا کرے
 یہ نکلا یا رگراں دیکھیں کیا کرے
 تیرے لئے گھر تو کہ ہزاراں ہیں کرے
 منوں بخیر گراں ملکیت ہو کرے
 پھر گریہ چاہتا ہے کہ ملو نا بیا کرے
 پھر بے تنوں کا خاکہ کیا رہا کرے
 با محنت و نیاز تھیں جہاں رہا کرے
 تازی با محنت و کوشش عیاں کرے
 نامہاں ہو وہ بت کا فریاد کرے

پھر کیے سر پہ کھیل رہی تھی اہل مری شمشیر ناز تن سے مرا سر جدا کئے

کیا پھر ہے مئے کشتی کا تہیا جناب مست

زائد سے کہد دابر کی اسدم دعا کئے

مست کا ایک "قطرہ تاریخ مراجعت از ملک انگلستان سید

ہادی حسن بیرسٹرایٹ لاکہ تاریخ وہم جنوری ۱۸۹۹ء در ایوننگ

پارٹی بطور ایڈرس خواندہ شد" بہت مقبول ہوا تھا اور اس کو

خاں بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب رئیس گیار نے اپنی تصنیف

خمسہ کا ملہ میں شایع کیا تھا اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

ہی سرور افراے دلہا جلی بزم سخن

ابر رحمت شامیانہ ناز کھر سخن چمن

خاتم لعلیں میں ہو جیسے جڑے در عدن

جائے سے باہر لڑے جاتے ہیں سرین سخن

پر گردوں نے بھی بدلا آج اپنا پیر بن

لو لگا جس میں تھے مدت سے یاران وطن

کو نسلی ہو کر ہوئے اب وقت افروز وطن

یہ لیر با جاہ و حشمت اے محب بوا الحسن

خوش کلام و خوش بیا شیریں باشیریں سخن

نوجواں ہمت میں در اندیشی میں پر کہن

نام برداریدر نام آور ہر سخن

پاک دونوں کی طبیعت نیک دونوں کا چلن

ساقی کلفام دے جام شراب رغواں

قص میں طاووس گلشن نغمہ زن مرغاباغ

قطرہ شبنم میں یوں وراق گل پر جا بجا

لوٹی پھرتی ہی بادہ صبح فرش سبزہ پر

چرخ پر کتنا مست خیز ہے رنگ شفق

کیوں نہ ہو یہ روز ہی کیسا سعادت انما

سید ہادی حسن از فضل رب لم یزل

مولوی خیرات احمد ہو مبارک آپ کو

واہ خالق نے دیا کیا آپ کو نور نظر

زیر کد و نش پناہ و خوش سیر ہر دل عزیز

نیک اندیشہ محبت پیشہ پاکیزہ خیال

باپ پیارا قوم کا بیٹا ہے پیارا ملک کا

یاد تھی سب دلوں میں آپ کی مسکن پذیر
دور تھے ظاہر میں ہم سے آپ کے ہادی حسن
ہو زیادہ عمر و دولت جاہ و اقبال و شہم
سب ادیب آپ کی برائے رب ذوالجلال
آپ کی تحریر میں ہو لطف مثل ایدین
چیف جسٹس کی عبا ہوا آپ کے زیب بدن
آپ کے حامی علی ہوں آپ کے ہادی حسن
اب رفتہ باز اندر جوئے آمد در حین
جامہ الفت آپ کا پی کرد عا کرتا جو مست
بزم میں ہر اک کہے آ میں ربی و المثنیٰ
اشعار مستقر قات

نرفت میں اک تھی سے بہلتا ہی جی مرا دل سے تو اے تصور جاناں جدا ہو
اٹھا بخار دل سے تو آنسو ٹپک پڑے سچ ہے کہ منہ نہ بر سے کا جب تک گھٹا ہو
(۷۶) جا بر۔ بابو خیل کستور بی اے بی۔ ال دکیل عدالت خلف
نہشتی یاد ہو چرن تو م کا بستہ ساکن محالہ منہ شہر گیا شاعری میں حشر
بچھوڑا سے اصلاح لیتے تھے ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔
اڑا دینا آپس میں ہے کار دنیا جو سر ہے کسی کا تو پتھر کسی کا
(۷۷) صید۔ لالہ برہم دیو سہاے ساکن نجابت پور۔ سب ڈویژن
جہان آباد ضلع گیا سین ولادت ۱۸۷۸ء گیا میں عدالت کے مختار تھے۔

شاعری کے علاوہ موسیقی، مستوری اور باغبانی کا شوق تھا۔ خواجہ
عشرت لکھنوی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ رسالہ آج، گیا میں ان کا
کلام شایع ہوا کرتا تھا اور انکی تصویر بھی شایع ہوئی تھی کچھ دن شہم
گیاوی اور خلش گیاوی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔
یہی پہلے دل پر صدقہ حمل کوٹھوٹے ہیں گم گشتہ کارواں ہیں منزل کو ڈھوٹے ہیں

ان کی نگاہ دلکش پہلو سے لے گئی ہو
 دونوں طرف ہو یکساں یوں جذبہ محبت
 صنعت پریر کب میں شیوہ کرم و جن کا
 شوق شہادت ایسا دل میں سما گیا ہو
 کیا کوئی ظلم تازہ آیا ہے یا دان کو
 نفرت محاز سے ہو صادق ہو عشق ہم کو
 تہ نظر ہے جلد نام شکل شمع ہم کو
 اے صید کم ہوا تو اچھا ہوا مگر ہم
 آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اسی انتظار میں
 جلوہ انگن ہو وہی دونوں جگہ اوج
 ہزار کس کو ملی تھا جرم کس کا
 بل جل کے رہیں جو ہر و شمشیر کی صورت
 غارت - شیوہ نرائن چو دھری خافت با بولالہ چو دھری ساکن
 محراب حاجی گنج عظیم آباد سنہ ولادت سنہ ۱۰۸۰ء سے خاص شغف
 لکھتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال
 ہوئے انتقال کیا۔ شاہ عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ
 ہوتا تھا نمونہ یہ ہے۔

ازل سے لائے جو مستی تھے اسکی خونہ گئی
 بہ طہنہ کہتی ہے چھو لوں سے کھل کھلا گئی
 تو خال و خط کے محاسن کو چھو اصل کو دیکھ
 جو ہفتی خمیر کے اندر وہ رنگ بونہ گئی
 تمہارا رنگ نہ بدلا ہماری خونہ گئی
 مکیں کی زینت رونق مکان کو چھو نہ گئی

میں رو کے اشکوں سے خود اپنے بولیا طائر حریم دل میں تری یاد بے وضو نہ گئی
 وہ نخل تازہ و تر تھا خیال اے عارف کہ سوکھ جانے پہ بھی طاقتِ نمونہ گئی
 (۷۹) عاشق۔ بابو جگر ناتھ پر شاد و شرف بتو خلف منشی را و دھاکشن
 قوم کھتری سرین ساکن محلہ چھوٹی پٹن دیجا۔ پٹنہ ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے
 تھے اردو کے علاوہ کھوڑی فارسی بھی جانتے تھے۔ خلیق اور منکسر مزاج
 تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں شاد عظیم آبادی کے شاگرد ہوئے ۱۸۹۲ء میں
 بعارضہ سہل انتقال کیا۔ ایک دیوان موسوم بہ کارنامہ عاشق ۱۸۹۵ء
 میں طبع ہوا تھا۔ ان کا کلام بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

رہا نہ ہوش ترے عشق میں بجا اپنا بتوں کو سجدہ کیا جانکر خدا اپنا
 کوئی کہتا ہی مسلمان کو لی آزاد تجھے قدرداں خوب ملے ہیں یہ خدا داد تجھے
 ہر فرق صرف نام کا پر ذات ایک ہی تم رام یا رحیم کہو بات ایک ہے
 (۸۰) آزاد۔ بابو بھوانی پر شاد ساکن محلہ کالی استھان پٹنہ راے
 اسری پر شاد عطا کے حقیقی بھتیجے تھے ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ شاد
 عظیم آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا
 ۱۹۰۹ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

نہ اس سرا کا بھی بند کا رخا نہ ہوا کوئی سحر آد کوئی شام کو روانہ ہوا
 تراجمال دکھانا ہمسا را مرجانا کچھ ایسی بات نہ تھی جس کا اک نہا نہ ہوا
 تعلقات نے پاؤں میں بیڑیا ڈالیں گھر اپنا آپ کے حق میں قید خانہ ہوا
 ہزار شکوہ نہ حسرت کا ہم نے منہ دیکھا امید وصل سے پہلے ہی دم روانہ ہوا
 سنار ہی وہی روح گھٹ کے اے آزاد وطن سے آئے ہوئے ہم کو اک زمانہ ہوا

جو تیرے ظلم و ستم کا و فور ہو جاتا
 نہ کرتی موجِ حوادث اگر در اندازی
 قصور وار ترا بے قصور ہو جاتا
 تو بحرِ غم سے ہمارا عبور ہو جاتا
 ناراض مجھ سے کیوں بت مغرور ہو گیا
 مجھ سے گناہ کیا دلِ رنجور ہو گیا
 آزاد شکر ہے کہ بھلے دن اب آگئے
 بد قسمتی کا داغ جو تھا دور ہو گیا
 (۸۱) شاد۔ بابو بدری نامہ خلف منشی ہرنبس رائے ساکن چندی پور
 منع کیا۔ حضرت بسمل گیاروی کے شاگرد تھے پھر حشر بیھوی اور خلش
 گیاروی کو اپنا کلام دکھایا۔ ان کا ایک شعر سنا کیا تھا وہ یہ ہے۔
 جوش و خروش میں سراپا ک گریباں چھکر
 لوک کی لیتا ہے سرخار مغیلاں دھکر

متاخرین ہندو شعرا

(۸۲) عطاء۔ رائے ایسری پرشاد رئیس عظیم آباد محلہ کالی استھان۔
 خلفہ رائے لچھی پرشاد۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے
 تھے۔ اوالغزم اور علم دوست تھے۔ ایک رسالہ علم غرض میں ان کا تصنیف
 سے یادگار ہے آخر عمر میں درویشانہ وضع اختیار کی تھی۔ ۱۹۲۵ء
 کو تقریباً ستر سال کی عمر پر انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ذکر میری دفا کا سن کے کہا کیسوا بے مثل یہ کہانی ہے
 ۱۹۲۲ء کے مشاعرہ واقع محلہ لودھی کٹرہ بمکان شاہ اقبال صاحب
 مرادوم انہوں نے زمین پر جہ ذیل غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج ماہ دسمبر میں
 بھی شائع ہوئی تھیں۔

آنکھ کے پردے کے باعث یہ غفلت میری
 آنکھ کے پردوں نے مخلوق بنا رکھا ہے
 جز نسیم اور دکھائی نہ مجھے دیتا ہے
 چین سے سو یا پڑا ہوں نہ اٹھاؤ مجھ کو
 اب کوثر سے ذرا آنکھ تو دھو لے زاہد
 زر کا خواہش نہیں لغت نہ ملائی کی زر
 دیکھنے دیتی نہیں مجھ کو غفلت میری
 دیکھنے دیتی نہیں مجھ کو یہ صوت میری
 یہ سیکس سے ہوئی جب کہ بیت میری
 دیکھو دیکھو کہیں کوثر او نہ تربت میری
 تب انظر آئے گی جو کچھ کہ ہر حرمت میری
 رتہ ہوں صبر قناعت ہی ہر دولت میری

میں کسی شے کو بھی اپنے سے علیحدہ سمجھوں
کوئی گریچی بھکا ہوں سے جو دیکھے دیکھے
کس پیرسی کے زمانہ میں خدایا د آیا
سجدہ کرنے ہی نے گمراہ کیا تھا مجھ کو
میں عطارندہوں اور طرز سخن ہی بکیتا
لگا کے سرمہ کہ جادو جگا کے بیٹھے ہیں
سنے گا کون کہانی مہری یہاں حسب
انہوں نے سیکھا ہی آنکھوں کی اوٹ پڑ رہا
نہ سمجھے نا کوئی مہری وقاف نے کیسی ہے
انہوں نے مجھ کو کہیں کا بھی اب نہیں کہا
کوئی زمانہ تھا صحرانوردی کرتے تھے
کہیں نہ آپ کے دیدار سے تڑپ جائے
یہ خوب تیلہ ملا ہے، نہیں نہ آنے کا
نہ اب خدای سے مطلب نہ کچھ توں سے ہے
نہ پائے کوئی کسی ڈھب سے تا نشان ان کا
کیا جو کرنا تھا ہوتا جو تھا ہوا سب کچھ
صبا تو لائیگی نکمت کہیں سے اس گل کی

یہ روار کھتی ہی ہرگز نہیں نیت میری
یار کی آنکھوں میں لاریج وقت میری
آخر سن کام مرے آئی یہ غربت میری
آگئی اب تو سمجھ میں مہری غفلت میری
مل نہیں سکتی کسی سے کبھی رنگت میری
نجیب رنگ دلوں پر جہا کے بیٹھے ہیں
غضب ہی عرش پر آب پ جائے بیٹھے ہیں
تو ہم بھی آنکھوں کے پرے اٹھ کے بیٹھے ہیں
چراغ قبر کا میری بجھا کے بیٹھے ہیں
کہ تھکے حشر میں دامن چھڑا کے بیٹھے ہیں
مرے دصال کے اب چکھ چکا کے بیٹھے ہیں
اسی سے پہلو میں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں
جو آج پاؤں میں منہدی لگا کے بیٹھے ہیں
کہ خاک اپنے صنم پر رما کے بیٹھے ہیں
جو نقش پا بھی کہیں تھا مٹا کے بیٹھے ہیں
اب انتظار میں ہم تو فنا کے بیٹھے ہیں
عطا اسی سے تو رخ پر ہوا کے بیٹھے ہیں

ان کا ذخیم دیوان ان کے لڑکوں درائے میلکوم جیس سنہا اور
رے اڈون ہو ریس سنہا کے پاس موجود تھا غالباً اب تک محفوظ ہے۔
ماہل۔ بابو بھولانا تھ منصف مدہ پو وضع بجا گلیو رارود تھار کا

کے والد ادہ تھے۔ عجم کارم سرکاری کے باوجود مشتق سخن بھی جاری رکھتے
تھے اور اکثر مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان کی غزلیں بعض نگارستانوں
میں بھی شایع ہو کر تھیں ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا ان کا کچھ کلام
رسالہ تاج گیارہ ۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔
دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے

فناں کے ساتھ لب تک مہم آنے سے کیا حاصل
دل مضطر کو سمجھا دو کہ گھر آنے سے کیا حاصل

جو پیشانی کا لکھا ہے وہ پیش آنا ضروری ہے
تو پھر تقدیر کی باتوں پہ غم کھانے سے کیا حاصل
نصیحت ہم سے دیوانے کہیں سنکر منہ ملتے ہیں
کوئی ناصح کو سمجھا دے کہ سمجھانے سے کیا حاصل
جو مرنا ہے تو ہم بھی زمیں گے کوئے جاناں میں
کسی جنگل میں جا کے سر کو ٹکرا نے سے کیا حاصل
ہماری جاں نشاری بھی کسی دن آزما دیکھو
یہ قصے پہلی و مجنوں کے پڑھوانے سے کیا حاصل

نگاہ مست ساقی سے ہے بزمِ منے کی کیفیت
ہمیں پھر ساغر و مینا و مینا نے سے کیا حاصل

تاج ماہ مارچ ۱۹۲۰ء

غم سے مراکبِ حال پریشاں نہیں دیکھا کب اس دینِ صد جاگ کو گریاں نہیں دیکھا
تسکون مرنے لے کا عبت کرتے ہو یا رو کب خمِ جگر کوئے خند ان نہیں دیکھا

اترا کے نہ چل کبک دریا باغ میں اتنا
دیکھا تو حرم میں بھی پرستش کی اسی کی
اے شمع شب فروز ترے حسن کا جلوہ
کھو بیٹھا ہے دل جو کہ کھتا کنجینہ اسرار
اپریل ۱۹۲۰ء مشاعرہ مدہ پورہ ضلع بھاکپور

داغ تب فراق سے دل لالہ زار ہے
کیا پوچھتے ہو حشر میں میری کہاں گئیں
دست جنوں چاک گریباں ہوا تو کیا
باتیں تری سمجھتے ہیں ناصح یہ کیا کریں
کس بات پر پری پکر خاکی تجھے گھمنہ
پھر گل نیا کھلا نیکسا موسم بہار کا
تو وں کو کیوں نہ خار منیلاں کی ہو ہوس
دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے
مایل ترے کلام کا سابق ہے ہر کوئی
غزلیں مطبوعہ تاج جون ۱۹۲۰ء

یا شرح سوز دل کی یاد رکھنا
بھٹکتا ہوں سوز غم سے سینہ میں زبیاں
ہو سانس یعنی شکل دل اس قدر تپاں
بے شبہ سب کے دل میں تیری جگہ کا فر
سوز دروں دل میں کاک سی لگی ہے
جو شعر کی ہمارا اک غم کی داستان ہے
پھر عشق زخم دل پر میرے نمک نشاں ہے
اس نیم قطرہ خوں میں کیا زور لانا ہے
تو کیا پھر اک ہم سے برگشتہ اک تھاں ہے
آہوں کے بے لب پر ہر وقت اک ہوا ہے

لو کہ چکے بہت کچھ پس بے باں سمجھا لو منہ میں گے بھی آخرے جانجاں ہاں ہے
وعدوں پہ تیرے اے بت امید مغفرت ہی پیاں شکن نہ بیٹا افسد درمیاں ہے
مائل نے ۱۹۲۲ء میں مدہ پورہ ضلع بھاگلپور میں چھپک کے عارضہ میں
بتلا ہو کر انتقال کیا۔ ان کے کلام کا کافی ذخیرہ موجود تھا معلوم نہیں
اب تک محفوظ ہے یا نہیں۔

(۸۴) صہبا۔ راے کنور بھائی رئیس گیا شاگرد حضرت اکبر دانا پوری
نمونہ کلام یہ ہے۔

سجدے ہم کرتے ہیں پاؤں کھتے ہیں جب دعوے خدائی یہ بتاں رکھتے ہیں
(۸۵) فریاد۔ منشی بدری زائن ولد منشی درگا پر شاد قوم کا پستھ ساکن
ندرہ ضلع گیا۔ کلکٹری میں نقل نویسی تھے اور موضع ندرہ کی انجمن چشمہ سخن
کے سکریٹری تھے۔ مشتاق شاعر تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ناز سے دیکھا تو آخر اک نظر میری طرف دل جو تم نے لیا اس کا گلا جاتا رہا
(۸۶) کشش۔ بابو گووند پر شاد خلف بابو گنگا پر شاد ساکن موضع ندرہ
ضلع گیا، تلمیذ حافظ عبد الاحد ساکن شیر گھالی۔ زیادہ حال معلوم
نہ ہو سکا ان کا ایک شعر یہ ہے۔

اپنی توجہ گہ جو در سے فردن پر دیر دھرم سے کام نہ کچھ تعلقا ہے۔
(۸۷) امیر۔ بابو گووندھن پر شاد۔ اضلاع بہار کے کسی دیہات کے
رہنے والے تھے محکمہ پولس میں انسپکٹر تھے ۱۹۰۳ء میں انہوں نے سہول
ضلع بھاگلپور سے اپنی غزلیں کلدستہ بہار بے خزاں کے لئے بریلی بھیجی تھیں
جو مختلف کلدستوں میں شایع ہوئی تھیں وہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

ہمارے خزاں بابت ماہ اپریل ۱۹۰۳ء

مجھ سے ہر آدمی کو نفرت ہے
غیر بھی کرتے ہیں گلا تیرا
مردے اٹھنے لگے مزاروں سے
واغلو جاؤ اپنا کام کرو
کیا تردد ہو اپنے مدفن کا
بوسہ مانگا تو منہ بنا کے کہا
توبہ مئے سے ہمارے میں واغلو
اپنے دل کا مجھے گلا ہے امیر
ہمارے خزاں مئی ۱۹۰۳ء

جانتاں ایرے قاتل کی داہوتی ہے
ہم کو دنیا میں نہ آرام ملا سنتے تھے
الفت غیر کا الزام میں دیتا ہوا نہیں
دیکھا عاشق کا جنازہ تو ستم کرنے کہا
اس کو شمشیر کیف دیکھ کے مقتل میں امیر
ہمارے خزاں اگست ۱۹۰۳ء

عشق ہو گیا جانب چاہ زخداں لے چلا
جو چلا محفل سے تیری سینہ سوزاں لے چلا
دل بغل سے جلوہ رخ مار جاناں لے چلا
حسن کے مکتب میں سنتا ہوں گویا عشق
خضر اسکنہ رکھ سوئے آب حواں لے چلا
دل تپاں خاطر پریشاں چشم گریاں لے چلا
ذرا ناچیز کو مہر درخشاں سے چلا
میں سبق کو پانچواں باب گلستاں لے چلا

رونا آتا ہے ترے عاشق کی قسمت پر مجھے
منزل ملکِ عدم کی راہ تھی تاریک میں
مستی و حشت میں دوڑا مجھے پیچھے تنہا بھی
پیچھے پیچھے ہو لئے قاصد کو سمجھاتے امیر

ستمبر ۱۹۰۳ء

شوقِ دل ان کو سنایا جب تو مجھ سے ملا کر کہا
اے خدا کفک ملے گی راحت و زوال
آنکھ کھولو کچھ کہو اپنی، ہماری کچھ سنو
پھر نہ عالم میں نمایاں ہو کہیں طوفانِ نوح
وقت گریہ گد گد اے کوئی کیوں بھکوا میر

تذکرہ ہند و شعر امولفہ خواجہ عشرت لکھنوی (مطبوعہ ۱۹۳۱ء) میں
ان کا ذکر اور ایک شعر پایا گیا وہ یہ ہے۔

جذ یہ دل کی میں تاثیر دکھاتا تم کو مرے قابو میں مری جان اگر دل ہوتا
جو دست - منشی جد و بیر سہاے خلف منشی بنواری لال عموی - ساکن

۸۸) پورمتصل گیا شاکر حشر بیھوی و کوثر خیر آبادی سنہ ۱۹۱۲ء میں رساری
دکیل عدالت کیا کے محرر تھے ۱۹۱۲ء میں تخذ بچپن برس کی عمر میں انتقال کیا

ان کی غزلیں گلدستہ چمنستان سخن اکوثر ۱۹۰۱ء میں لکھی گئیں جو غزلیں
مالی گنج کلکتہ اور گلدستہ نسیم سحرزیرا دار شفق عماد پور میں لکھی گئیں
میں ان کو شاکر حشر مرہوم و شفق عماد پوری لکھا ہے۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے نسیم سحر کی
اشاعت کا قطعہ تاریخی بھی لکھا تھا۔ غزل مطبوعہ چمنستان سخن بابت اکوثر سنہ ۱۹۰۱ء

کھلے بند پھرتا ہے دشمن کسی کا
 الہی نہ ہو دوست دشمن کسی کا
 ہوا ہے نہ ہو گا وہ پر فن کسی کا
 نہ ہو مبتلا غم میں دشمن کسی کا
 ہو اغم سے کیوں چاک دامن کسی کا
 کہ ہے زمرہ ساز ارگن کسی کا
 تو وہ پوچھ لیتے ہیں مدفن کسی کا
 وہ سننا رہا روز شیون کسی کا
 نہ ہو گا بواہا کھوں میں امن کسی کا
 نہ ہو میرے کوچہ میں مدفن کسی کا
 مسکاں بن گیا رشک گلشن کسی کا

غزل مطبوعہ نسیم سحر جون ۱۹۰۱ء

اگر سویر میں ابر دن رات بر سے
 بکھی ہے کہیں پیاس آب گہر سے
 کوئی اٹھ کے روتا ہی پھلی پہر سے
 ملا لے انہیں کوئی شمس و قمر سے
 منکھلتی نہیں تیغ نازک کمر سے
 کراہا جہاں کوئی درد جگر سے
 گہر کو صدف سے صدف کو گہر سے
 کھلے پھول کیا کیا نسیم سحر سے

قبا ہو نہ پیرا ہن تن کسی کا
 مرے دل نے مجھ کو خرابی میں ڈالا
 نہ کہتے تھے وہ بے مروت ہوا دل
 مصیبت مری سن کے اتنا وہ بولے
 کفن قطع ہونے لگا جب ہمارا
 یہ یازیب کا گھونگر و بولتا ہے
 جب آتے ہیں گور غریباں کی جانب
 اسے ضبط کہتے ہیں اف کی نہ منہ سے
 ہجوم قیامت میں کیا حال ہو گا
 پس قتل ہوئے وہ یہ گور کن سے
 جو وہ بغیر تگن یہاں آیا جودت

مقابل نہ ہو گا مری چشم تر سے
 نہیں ہوتی پوری ہوس ماں زر سے
 کوئی صبح تک خوابت میں غافل
 بڑھے ایک سے ایک زردیوں عارض
 میں قربان تیرے وقت کے قاتل
 کوئی ڈر گیا ہاتھ کاٹوں پہ رکھ کر
 ہوئی آبرو مل گیا آب و دانہ
 ملا خلعت تو غر و سس چمن کو

شب بھر گڑی و تقدیر جو دت جگر دل سے آزرده ہر دل جگر سے

قطعہ تاریخ اجراے گلدرستہ نسیم سحر

خدا کے فضل سے اب ہو گیا ہر شہر چھپر
لڑی و موتیوں کی یا مضاہین مسلسل میں
گل افشاں ہر مدق و بلوہ زانو انگلی سے
دشمن قلم کر کے لکھی تاریخ یوں جو دت
کہاں ہیں آگے ہاتھوں ہاتھ لیں تباہ گلدرستہ
چمک کر خوب نکلا ہے یہ آہ تاب گلدرستہ
و گیا تار و بہار کشن شا و اب گلدرستہ
یہ اشیاں عجائب نادروں یا اب گلدرستہ

غزل مطبوعہ نسیم سحر ستمبر ۱۹۰۱ء

گیا ہے نار دل آسماں تک
و نور ضبط سے راز نعت
کچھ ایسی بے نشاں راہ عدم ہے
رہی ثابت قدم سر دے کے آخر
پھنکا ہوں آتش فرقت سے ایسا
جلایا اس طرح سوز نہاں نے
ملا اس کا پتا دل ہی میں جو دت
غزل مطبوعہ نسیم سحر مئی ۱۹۰۲ء

ہم دل کسی کو دینے کے قابل کہاں ہے
دن رات ان کے ساتھ رہے سایہاں مگر
بھر کی ہوئی ہر آتش گل سخن باغ میں
نریا دہشتر میں نہ کروں گنا مگر کہیں
پہلو کو چاک کر گئی تیغ نکلا ہ ناز
وہ دردِ دین کے دل میں کایہ ناں ہے
نہاں کبھی ہے تو کبھی ہم نہاں رہے
بہل کو فکر ہے کہ کہاں آشتیاں رہے
شاید کبھی نہ طاقت ضبط فعال ہے
جو دت تبا و اب ل مضر کہاں ہے

متفرقات

دید رخ سے ہو گیا درماں دل بیتاب کا
آنکھ بھرتی ہو جوت یاد میں اس وقت کی
بکریستی میں نہ کرا یا م پیری کا ملال
نشان نقش پائے فشکاں پایا نہ عام میں
طور پر برق جو چمکی ہوے موسیٰ بے ہوش
کج ادائی نے تمہاری یہ اثر دکھلایا
اضطرابِ مینہ سے ملکر ماسیاب کا
دکھتا ہوں جب بھر سنا غرثر تاب کا
لوگ خوش ہوئے ہیں کشتی قرب ساحل دیکھ کر
اڑائی منزلوں کی خاک گرد کارواں ہو کر
جلوہ رخ کے سوا اس میں کوئی راز نہ تھا
پر گئے زلف سید فام میں خم آئے آپ

نخخانہ جاوید میں بھی ان کا مختصر ذکر ہے۔

(۸۹) ہندو۔ بابو پریاگ رام ساکن گیا۔ شاگرد مایل بیھوی ۱۹۰۱ء
میں مشق سخن کرتے تھے گلدستہ نسیم سحر میں ان کا کلام شائع ہوا
تھا۔ ایک شعر یہ ہے۔

تصور میں آنکھیں نہیں دیکھ لیں گی کہاں تک چھپو گے کسی کی نظر سے
(۹۰) اسیر۔ اکھوری مند کشور ابن اکھوری بہاری لال زمیندار
موضع بھارای ضلع گیا۔ قوم کالیستہ۔ عدالت میں مختار تھے ۱۹۱۶ء
میں زندہ تھے خلش گیادی سے اصلاح سخن لیتے تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہر وقت ستاتے ہو جو اربابِ فا کو کیا حشر میں تم منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو
کوچہ سے گئے اٹھ کے کہیں جانیں کتنا آرام ملا وہ مرے نقش کف پا کو

(۹۱) صاپر۔ اکھوری سیٹل پر شاد خلف اکھوری ٹھمن سہاے کالیستہ
ساکن میگرہ ضلع گیا۔ سن شعور سے شاعری کا شوق تھا ۱۹۱۵ء میں
ایک دیوان بھی مرتب کر رہے تھے اس وقت ان کی عمر تینا بیسٹھ سال

کے قریب کھتی نمونہ کلام یہ ہے۔

بڑھنے لگا تعظیم کو ہر خار مغیلاں
گردش چرخ سے گھبراتا ہی کیوں دل مرا
دیکھا جو کمینہ منت میں مجھ آبلہ پا کو
شاید اس پردہ میں پنہاں کوئی حکمت ہوگی
غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیا۔ جنوری ۱۹۲۳ء

حب قومی کی ضیاء جس میں ہو وہ دل نہیں
پہنو کھڑا آگ میں ڈالو بدسی مال کو
راز آزادی ہی پوشیدہ سودیشی مال میں
ہیں عمل کا وقت ہر سب کام شدہ ہو جائیں گے
آئینہ ہے رنگ آلودہ کسی قابل نہیں
جس نے زکریٰ ساتھ میں منے کے قابل نہیں
جبر کچھ تھوڑا سا دلیر ہو تو کچھ مشکل نہیں
بات کئی ذہنت نہیں ہے وقت بھی قابل نہیں
کچھ ہو گا ہندو اور مسلم اگر اک دل نہیں
تو ت رو حانیہ تم کو ابھی حاصل نہیں
وہ تو انائی نہیں وہ دن نہیں وہ دل نہیں
ہاتھ اوجھا پڑا ہے قابل کا
جم گیا رنگ آج محفل کا
جوڑا اچھا ملا مقابل کا
کام ہے شاعران کامل کا
آج نکلا ہے حوصلہ دل کا
کیوں نہ صابر مجھے مسرت ہو

(۹۲) صنم۔ بابو امیکا سہاے خلف منشی جگر ناتھ سہاے قوم کا بیٹا
ساکن ہر نام ڈیہ ضلع گیا سنہ ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ خدش گیادی کے
شاگرد تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔
بے فائدہ کیوں ہاتھ اٹھاتا ہی دعا کو
معلوم ہی دل کا ترے احوال خدا کو

لکھ آج سنم تو وہ پھر کتے ہوئے اشعار ترپا دے غزل اپنی سنا کر شہر اکو
 (۹۳) دہائی۔ بابو ہری ہر پر شا د چنچل عرف لال بابو اگر وال خلف
 بابو ہر کشتن داس اگر وال ساکن لہیری ٹولہ شہر گیا۔ بڑے ظریف الطبع
 بھٹے اکثر مزاحیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ کیا میں اگر وال پریس انہیں نے جاری
 کیا تھا۔ عرس گیا دی سے بھی بہت ربط تھا۔ ۱۹۰۴ء میں اپنے پریس
 سے اخبار ہمارے جاری کیا تھا جس کی ادارت عرس گیا دی کے سپرد
 تھی پھر ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ ایک دوسرا اخبار "رنکبیل" ہندی رسم الخط
 میں نکالا۔ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔
 نمونہ کلام یہ ہے۔

بستان دہریں یہ گلستاں تو کس لئے
 جب نہ ندگی ہی اپنا دہائی بے ثبات
 دنیا کا انقلاب دکھانے کے واسطے
 راست جو بعد رنج دہائی ہوتی نصیب
 وصال کی شب نگ اس کس کا جوتی ہو گیا
 شگون میں فیس میں نذرانہ میں رنجناہی
 نغمہ سرا یہ مرغ خوش انجان تو کس لئے
 عیش و نشاط کا سر سماں تو کس لئے
 محتاج محکو کر دیا دانے کے واسطے
 اچھا صبق ملا یہ زمانے کے واسطے
 جیسے کلاے کوئی کچی کلی گلزار کی
 موکل کی بجا مت ہوتی ہو محتار خانہ میں

(۹۴) فقیس۔ بابو رام پر شا دبی اے بی ال وکیل گیا۔ خلف منشی
 سنجیون لال دیوان (سات آئے) راج ٹکاری تلمیذ حضرت اکبر دانا پوری
 اردو کے مشاق شاعر تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا اور ۱۹۰۹ء میں گیا
 میں ایک ادبی انجمن موسوم بہ لیٹری کلب قائم کی تھی جس میں ہر مہینہ مشاعرہ
 منعقد ہوا کرتا تھا اور مشاعرہ کی غزلوں کا گلدستہ بھی شائع ہوتا تھا۔

اس انجن کا ایک گلدستہ راقم کی نظر سے بھی گزرا تھا اسی سے ایک غزل اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ ۶۶۶۲ خدا انجن لائبریری ٹینہ میں بھی موجود ہے ۱۹۱۳ء میں ان کے کلام کا مختصر مجموعہ موسوم بہ یادگار قلیں حسین بخش شہر کیا ویلے شایع کیا تھا اور شفیق عماد پوری نے اس کا دیباچہ لکھا تھا لیکن کم سواد ہی اور بے اعتدالی کے سبب یہ مجموعہ ضروری مواد سے خالی رہ گیا۔

میرا کلب ہمیشہ ہی پھولا پھلا کرے
انسان کس زبان سے تیری ثنا کرے
کلب کہتے ہیں یہ ہم کوئی ہم سے فنا کرے
مجھ سے مریضی غم کی کوئی کیا دوا کرے
لیلا دشتوں کے غم میں نہ کشتاک پھلا کرے
نیرنگیوں میں بہ ترا ثنا گر دے اگر
تم پہ نہ شائستہ ہوں نہ ہو دل تہا رافت
یوں تو بہاں میں ہیں بہت غیرت مسیح
یہ جو مرضی عنایت یہاں معرکہ کا ہے
ہو جس کے پاس مال کیا ہے اس کا جین
ہم تو دور ان کا بھگتے ہیں یہ غیروں پر تار
تسبیح ہاتھ میں یہ دعا ہے زبان پر
دو دن کی زندگی میں اوت کسی سے کیا
نام اوس قلم کا خامہ جادو بیکار ہے

ہو کوئی فصل یہ نر و تازہ رہا کرے
اک مشت خاک حمد خدا کیا دوا کرے
ہم سب میں خوش ہیں کوئی دنیا یا جفا کرے
ہاں وہ دوا کرے تو کوئی معجزہ کرے
آٹھ آٹھ آسوقیں نہ روئے تو کبہ کرے
ہر روز چرخ ایک کرشمہ بنا کرے
تم یوں بھی خوش ہو تو کوئی مرے کیا کرے
میرا سب وہ جو میری دوا کرے
بس کو سبچ بنا جو میری دوا کرے
جو مالدار حسن ہو بوسے دیا کرے
ان بیہ فایوں پر کوئی دل کیوں فدا کرے
آجائے یہ سے کھ میں نہ کافہ خدا کرے
یہ دن نہیں خوشی میں بسر ہوں خدا کرے
مضمون جو تیرا چشم سیمہ کا لکھا کرے

میں نے کہا جو ان سے کہہ رہا ہوں آپ پر بولے یہ مسکرا کے مرو تم خدا کرے
اب قیس کو بنا دیا کچھ اور عشق نے لیلیٰ میں اس کے نام کی سمرن جیا کرے
قیس کے تین اشعار راقم کے پاس ایک بیاض میں لکھے ہوئے
موجود تھے وہ یہ ہیں۔

جیلے باغ دنیا سے کیا لے کے ہم نہ کچھ رنگ لائے نہ بھولے پھلے
عجیب شان سے دیکھا اس کو پہلو میں ہمائے خواب کی تعبیر دیکھنے کیا ہو
شوق سے آئے تھے تربت کو مٹانے کیلئے چپ کھڑے ہیں آپ کیوں گور غریبان دیکھ کر
قیس نے سنہ ۹۰۶ء میں کوئی پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔
رسالہ تاج کیا ماہ اکتوبر سنہ ۹۰۲ء میں ان کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی۔
محلہ مرار پور گیا میں مولوی سید غنی حیدر صاحب مرحوم کا تعمیر
کردہ عالی شان مکان ہے اس کے دروازہ کے اوپر قیس کا کہا ہوا
یہ قلعہ تاریخ کندہ ہے۔ اب یہ مکان غالباً شاہ قاسم غنی صاحب
کی ملک ہے۔

خاوم وارث علی سید غنی حیدر بسا خت
سال تعمیرش چو جوی قیس ایں مصرعہ بگو
ایں مکان تو کہ در وصفش زبانی بدستو
بزم گہ دولت کہہ دارالسر راغم شکوہ

۱۹۰۲

(۹۵) گوہر۔ بابو بھواتی پرشاد ساکن ملکنہ ضلع گیا۔ زیادہ حال
معلوم نہ ہوا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کھولہ کے میخانہ کر باب کرم آراستہ
ہمراہ۔ بابو بھگوتی پرشاد سنگھ قوم راجپوت ساکن شہر چھپرا
لطف و ساقی سے کلفام کا برتا میں

سارن سنہ ولادت تقریباً ۱۹۵۹ء زمینداری کی بدولت
خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بچپن میں ان کا اسٹیٹ کورٹ
آف وارڈس کے انتظام میں تھا۔ اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی
اور سنسکرت سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان زبانوں میں تصنیف
و تالیف کا بے حد شوق تھا ان کی آخری تصنیف دس انکار یعنی علم
عروض سنسکرت انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی۔ فن مصوری اور
موسیقی میں بھی دخل تھا۔ اردو شاعری میں مولوی محبوب احمد صاحب
غنی سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

سمجھنا ہم پریشاں تھے تمہارا خط نہیں ماکر
ہمارے خط کے مضمون میں اگر کوئی غلطائی کا
نری صورت کچھ ایسی لکھیں معلوم ہوتی ہو
جہاں ہوں بھیتا محکوم ہوں معلوم ہوتی ہو
مانا پیار کرنے میں نے ل کی خطا ٹھہری
مگر عورت تمہاری کیوں حسین معلوم ہوتی ہے
عجب عالم نظر آتا ہے جام عکس انگن کا
کہتے ہو پتا ہر از کیوں ان کی محبت کا
نکاتے ہو پتا ہر از کیوں ان کی محبت کا
محبت کی یہ انتہا ہو رہی ہے
ستم پر ستم اور جتنا کرو تم
مے گلبدن کی ہے کیا آمد آمد
مجھے چھوڑ کر اب کہاں جا ہے میں
تسے بال جب کے کمر تک ہیں آئے
خدا کی قسم میں تمہارا ہوں شیدا
کسی سے کسی کا نہ دلبر جدا ہو
کہ ان کی جفا پر دانا ہو رہی ہے
مے درد دل کی دوا ہو رہی ہے
سحر جو باد صبا ہو رہی ہے
مری رنج تن سے جدا ہو رہی ہے
مری جاں امیر بلا ہو رہی ہے
مری جاں تم پر نوا ہو رہی ہے
یہی حق سے میری دعا ہو رہی ہے

کسی کی محبت میں ہمارا زاب تو طبیعت بہت بتلا ہو رہی ہے
 (۹۷) جوش۔ بابو ہیشور پر شاد رئیس منظر پور تلمیذ حفیظ جونی
 ایک مختصر دیوان ۴ صفحوں کا موسوم بہ بہار جوش مرتب ہو کر شائع
 ہوا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یہی حال تو آئے گا دشمنوں کو ترس عجب نہیں کہ سفارش کسے عذیری
 (۹۸) ناداں۔ منشی پریاگ دت ابن اکھوری گردھاری لال ساکن
 موضع دھیوڑی علاقہ شیرگھاٹی ضلع گیا۔ ڈالٹین گنج میں عدالت
 نویداری کے مختار تھے۔ شاعری میں سرپرکاری سے تلمذ تھا ۱۹۳۱ء
 میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ابو روتا ہوں ہجر میں ناداں دل لگایا تھا دلگی کے لئے
 (۹۹) نطق۔ بابو سحیت زراہن سنا ساکن لودی پور ضلع گیا۔
 رسالہ تاج ماہ فروری ۱۹۲۱ء میں فرد لودی پورلی اور درد
 لودی پوری کے ساتھ ان کی تصویر شائع ہوئی تھی اس میں نطق دھونی،
 کوٹ اور سیاہ رنگ کی گول ٹوپی پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ خمر
 کوئی چالیس برس کی ہوگی۔ مشق شاعر تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پھولوں کی بو سے یاد تیرے رخ کی آگئی مر کر بھی مج کو چین نہ آیا مزار میں
 (۱۰۰) صنوبر۔ منشی بھرنگ سہاے خلف منشی گوپی ناتھ سہاے
 بھیل ساکن محلہ پان دریاہ متصل گذری پٹنہ۔ رسوخ ولادت
 تخمیناً ۱۸۵۰ء۔ میر باقر صاحب باقر تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی
 سے اصلاح سخن لیتے تھے میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا ہوا

قطعہ تاریخ طباعت بھی مندرج ہے۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا
مشاعرہ مقام درگاہ حضرت شاہ ارزاں قدس سر میں ہونے پر غزلیں بھی
نکھیں، جو رسالہ تاج میں شائع ہوئی تھیں۔ دس بارہ سال ہوئے
انہوں نے انتقال کیا۔

اس لزار میں جب عشق پریزہ آدیا
جنت پرستی سے مراد دل سے منور نہ اہد
کیا کہیں عاشق جان باز کا کیسا ہی نصیب
کیسی تقدیر پر مرغان چین کی یارب
سرخ دل لاکھوں گرفتار رہنے ام میں آج
جہنم صدف غم بحر میں موت آئی مگر
غم یہ غم جتنے فرقت میں ترے اے بظالم
میں تو یہ دینے تو مقتدر میں کھڑا ہوں لیکن
مرے خاک ہوئے جس کے غم فرقت میں
خار غم چھ گیا نشہ کی طرکے دل میں مے
مچھو ستمکش کے سوا جو زجدا کے لئے باسے
بے کسمی کے سوا اس عالم تہنائی میں
لوٹ آئی وہی پھر جان وہی آنکھوں میں
آتش جو سے جل جھن کے عواخاک ہے ان
دکھ کر ستمکش دل میں مے انگوں کی جوار
ان کے آنکھیں خبر سن کے پریشانی میں

نور حق ویدہ باطن میں نہادیا دیا
دیکھ کر حسن بتاں محکوم نہادیا دیا
کوئے جانان کبھی آیا تو نہ ناشادیا
فصل گل آنے ہی کلمہ ار میں نہادیا
بال کھلے ہوئے جب باغ میں نہادیا
مریا لیں نہ کبھی باؤں نہادیا دیا
نازہ گزینہ ایوں پر دم فریادیا
خواب میں کبھی نہ کبھی سنانے جلا دیا
تو بھی نہ کبھی وہ ستم ایجا دیا
سدا شیرنگہ یا سب کچھ یاد آنا
اے ملک خداداد کوئی اور نہیں یاد آنا
کری آیا بھی تو وہ دور یاد آنا
کون اس وقت دم نہ ک کھنکھن
سرنہ ہونہ دل پہ عواخاک بھی یاد آنا
خورد و علماں کبھی گلزار مر یاد آنا
حال کہنے کو زبان تلک نہادیا

نہیں قابو میں ہا دل نہ جگر پہلو میں
 آبدیدہ ہوا تو دیکھ کے کیوں سوئے فلک
 بند کی آنکھیں تو دیکھی میں نے صورتِ یار کی
 پھر بہار آئی اور پھر وہ لعل بڑھی گلزار کی
 آرزو ہی ہر بشر کو اس پر ہی خسار کی
 رعنا پر بھی جب دیکھی میں نے صورتِ یار کی
 لئے برہمن کبت ملک پابندی و ام بکوس
 کج تنہائی میں ہوتا ہی حقیقت کا ظہور
 ہر طرف روشن ہو جزوِ نور مبارک اور گیا
 پھر بڑھا خوش جنوں خشی چلے پھر سوئے دشت
 نہ خم دل کو نہ گھر بھرے پھر دلوں کے اندر اندون
 نقد دل لے لیکے ہاتھوں میں ہیں عاشق کھڑے
 عاشقان لئے زلفِ خنجر ہی کے رو برو
 میں تو مقتل میں کھڑا ہوا شمعِ جلد آ
 بند ہو جائیں گی آنکھیں ارتضو میں نہ
 حسرتِ دل کی اگر نکلیں تو نکلیں کس طرح
 بے کسی کی حالتوں میں دو غم کے ماسوا
 لاکھوں شہر ہو گئے جانیں ہزاروں کی کیں
 جاں دو بارہ میں پائی اے صبا شکر ہو
 اے صنوبر گل کھلے جو آج مر جھان میں گل

وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
 اے صنوبر تجھے بلھے ہوئے کیا یاد آیا
 کھل گئی ساری حقیقت مخزنِ اسرار کی
 پھر طبیعتِ جوش پر ہر اندنوں میںخوار کی
 ہو محبت سب کو اس کے ابروئے خمدار کی
 اور دل میں آرزو بڑھتی گئی دیدار کی
 طالبِ حق کو کوئی حاجت نہیں زنا کی
 دیدہ دل میں تجلی ہو خیالِ یار کی
 رہنمی پھیلی ہے ہر سو معدنِ اتوار کی
 پھر بڑھی جاتی ہو رونقِ وادی پر خار کی
 چھڑی ہو نوک تیغ ابروئے خمدار کی
 کس قدر رونق بڑھی ہو خشت کے بازار کی
 کچھ حقیقت ہی نہیں و چین کی تاتار کی
 ہو تمنا میری گردن کو تری تلوار کی
 پھر تو کھل جائیگی سمتِ دیدہ بیدار کی
 ہے پڑی زنجیرِ دل پر گیسوئے خمدار کی
 ایک بھی صورت نہیں بکھی کسی غم خوار کی
 ہو عجب تاثیر اس کی شوخیِ رفتار کی
 وہ کہاں گئے اڑا لائی ہے زلفِ یار کی
 کس نے دیکھی ہو بہار کیساں کسی گلزار کی

(۱۰۱) فطرتی۔ بابو پیر بالال۔ ساکن محلہ پان درمہ تحصیل گزری پٹنہ شاگرد
منشی محمد باقر باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی سنہ ولادت
تخمیناً ۱۸۸۲ء۔ میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا کہا ہوا نطقہ تاریخ
طباعت بھی موجود ہے۔

ان کی یہ غزل گیا کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ
تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں شایع ہوئی تھی۔

جید سے برگشتہ جہاں میں ہوئی عزت میری
دل و جان بھئی کی وقت پہ شرکت میری
حسن جاناں پہ نظر پڑے ہی جاتے سب ہوش
جس کی امید پہ بیٹھا ہوا دنیا میں ہا
قلم کر دے مرا شوق سے قاتل لیکن
یا الہی مرے دشمن کو بھی یہ دکھ نہ دکھا
اب میں امید کروں بعد فنا کیا ان سے
ان کے سب ظلم و ستم سہتا ہوئی ل پر لکین
میں بد اسب ہوں دنیا میں نہیں مجھ سا کوئی
کس جاگہ فکر نہیں ان کی، نہیں ان کی تلاش
ظلم سہتا ہا افاق تک نہ زبان پر آئی
وہ ہم کو خواب صبح رٹ کھا کے بیٹھے ہیں
نہ بوجھ شوق شہادت کا ہم سے کچھ احوال
سوال شوق شہادت کیا نہیں جاتا

پھر لیتے ہیں وہ منہ و کجہ کے شور میری
حیرت افزا ہے زمانہ میں مصیبت میری
اک شاعرے میں یہاں لڑائی دوت میری
ہائے سن کبھی پچھی بھی نہ حالت میری
شہر میں رنگ دکھا دے گی شہادت میری
جس مصیبت سے کٹی ہو شب فرقت میری
زندگی میں جو نہ کلی کبھی حسرت میری
ان سے پھرتی ہی نہیں پھر کبھی طبیعت میری
کس کے ملتی ہے بتائے کوئی صورت میری
ان کا دیدار ہوا ایسی کہاں قسمت میری
فطرتی آپ نے کبھی یہ شہادت میری
افسوس آج ہم اپنا جگا کے بیٹھے ہیں
شہید مرنے کو مقتل میں آگے بیٹھے ہیں
خوش سامنے قاتل کے جا کے بیٹھے ہیں

ہمارے پاس ہو کیا نذر کیا کریں انکو
 ہجوم اہل محبت سے ہو گئے عاجز
 فراق میں کسی گلگوں قبا کے گھر اگر
 کہاں ہوا بے طاقت کہ اٹھلے جائیں کہیں
 خدا کے واسطے اے فطرتی بنو تو دیکھ
 جو نقد دل تھا اسے بھی لٹا کے بیٹھے ہیں
 یہی سبب ہے کہ پردے میں جا کے بیٹھے ہیں
 چمن میں دل کی تسلی کو آ کے بیٹھے ہیں
 نلکہ کے تیر تو ہم دل پہ کھا کے بیٹھے ہیں
 کہ کون چھپ کے نکا ہوں میں کے بیٹھے ہیں

(۱۰۲) مننت۔ منشی گور بخش ساکن محلہ دھوپورہ متصل بیلیم پور عظیم آباد
 ان کی ایک مختصر سی بیاض خود نوشتہ پٹہ (۱۱) یونیورسٹی لائبریری میں پائی
 گئی جس میں کچھ مخمس اور غزل کے اشعار وغیرہ پائے گئے یہ بیاض سنہ ۱۹۵۶ء
 کے کچھ بعد کی لکھی ہوئی ہے مندرجہ ذیل اشعار اسی سے نقل کئے گئے ہیں۔

غضب میں یار کی ترچھی نکا ہیں
 رگ جاں چھیدتی ہیں تیر کیا ہے
 پڑھا کس نے ہو خط پیشانیوں کا
 کہ تا معلوم بد تحریر کیا ہے
 عبت کہنا تمہارا ہے یہ مننت
 بتوں کے رو برو تقریر کیا ہے

(۱۰۳) جوہر۔ بابو رادھے لال۔ راقم ان کو جانتا تھا لیکن ان کا کلام
 دستیاب نہ ہوا۔ یہ ان کے ورثہ بھائی پور کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم
 ہیں۔ جوہر منشی بھرت سنگ سہاسے ستوبر اور بابو پیریا لال فطرتی کے عزیزوں
 میں تھے۔ سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۸۲ء تھا وہ سنہ ۱۹۵۲ء میں ہوا انتقال
 کیا میر تقی میر عظیم آبادی تلمیذ وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے۔

(۱۰۴) درد۔ لالہ امرت لال ساکن نودی پور ضلع گیا۔ اردو شاعری
 سے خاص شغف رکھتے تھے اور خوش نودی (گیا دی) کو اپنا کلام دکھاتے
 تھے۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں ان کی تصویر رسالہ تاج گیا میں نسلق اور فرد کی تصویروں

کے ساتھ شایع ہوئی اس میں درد شیر وانی اور گول ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں
 ۱۹۲۸ء کے قریب تخمیناً پتیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کا کلام
 متفرق رسالوں میں شایع ہوا کرتا تھا اس جگہ بطور نمونہ کچھ اشعار درج
 کئے جاتے ہیں۔

غزل مطبوعہ آل انڈیا مشاعرہ گیارہ ۱۹۲۳ء

تیرا لفت اپنی خلقت میں ہو گو دل نہیں	کیا کروں نا صبح گمراہ اتنا بے ل نہیں
میں تجھے نوشیروان بھی کہہ دوں کچھ حال نہیں	ساری دنیا کہتی ہے تجھ سا کوئی قاتل نہیں
بزمِ افسرہ نہیں ہو کیونکہ کاندھی کے بغیر	روشنی کیا ہو جہاں شمع نہ محفل نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ سبب سے لگا لوں یار کو	عقل کہتی ہے کہ اس عزت کے قابل نہیں
صبر اے درد اپنا کام کرتے جائیے	اسی بہتر اور کوئی کوشش کامل نہیں
کیوں نہ مر جاؤں جو پہلو میں ہے دلدار نہیں	زندگی تلخ ہے جس کا ہو کوئی یار نہیں
کہہ دے اے باد صبا اس گل ترستے جا کر	تیرے بیمار میں اب بے دست ہے آثار نہیں
ہو کے آزاد بھی اے درد نہیں ہو آزاد	دام کیسو میں جو ظالم کے گرفتار نہیں

غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیارہ اگست ۱۹۲۲ء

شکر یہ شاعرانِ کامل کا	جسم کیا رنگ آج نفس کا
منہ پہ کہتا ہے حال دشمن دوست	صاف اتنا ہے آئینہ دل کا
شاد دیا نے خوشی کے بجتے ہیں	آج نکلا ہے مرے ہمارے دل کا
ضبط کی آہ مر جا اے عشق	پر دہ افکد جا اے غم کا
بزم میں سیکڑوں حبیب ہیں درد	کوئی پر ساری نواست دل کا
نزع میں چوڑے کیوں غیر کے گھر جاتے ہیں	ہم کہہ رہے ہیں اربابِ محبت جاتے ہیں

کوئے قائل ہیں جو ہم سینہ سپر جاتے ہیں
 بدحواسی کے نالوں کے اثر کی دھجھو
 دردِ دل دردِ جگر آہ و فغاں شور و بکا
 لطیف برسا کا جب ہجر میں آتا خیال
 تم دکھاؤ نہ مجھے ابروئے خمدار کی بارہ
 بحرِ الفت نے مجھے جب ڈبوئے درد
 لوگ کہتے ہیں کہ یہ موت کے گھر جاتے ہیں
 گھر سے اس بت کا کہ صبر اور کدھر جاتے ہیں
 آج اس مہوم سے ہم بار کے گھر جاتے ہیں
 اشک آنکھوں میں مری آکے ابھر جاتے ہیں
 مرنے والے کہیں شمشیر سے ڈر جاتے ہیں
 چاہ کا نام بھی سنتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں

(۱۰۵) آرام۔ بابو رام انوج سہائے وکیل عدالت پٹنہ خلف منشی رام
 پرہاش لال ساکن موضع کلہان پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار کے
 مشہور و معروف اور معزز وکیل تھے ۱۹۲۲ء میں کانگریس کے اجلاس
 کے موقع پر ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی صدارت
 سیما ب اکبر آبادی نے کی تھی۔ اس مشاعرہ کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین
 بابو رام انوج سہائے منتخب ہوئے تھے۔ سال ولادت ۱۹۲۸ء
 ان کی تصنیف سے ایک ناول موسوم بہ جادوگر جوگی شائع ہوا تھا۔
 شاعری کا نمونہ یہ ہے۔

ست ہو کر پھر رہی ہے آج اترائی ہوئی کو چہ جاناں ہے شاید صبا آئی ہوئی
 (۱۰۶) افسر۔ بابو بکر مال دت لال ساکن شہسرام شاگرد احقر شہسرام
 نمونہ کلام یہ ہے۔

ہاں اہل زمانہ کو ہے سبق آموز کہ رفتہ رفتہ ہیر کمال ہوتا ہے
 (۱۰۷) فرد۔ بابو رنجیت سنگھ متوطن گیا انکا یہ شعر ایک بیاض میں ملا۔
 ششدر آئینہ بواٹھا رہے تھے ہاں بیکر اور انہیں سکتے ہی آئینہ کو تیراں دیکر

تاج ماہ فروری ۱۹۲۰ء میں ان کی تصویر نطق و درود دی پوری
کے ساتھ شایع ہوئی تھی اس میں فرد شیروانی اور سیاہ گول ٹوپی پہنے نظر
آتے ہیں عمر اس وقت غالباً پچیس سال کے لگ بھگ ہو گئی۔
(۱۰۸) قذافی غشی کلدیپ سہاے متوطن شہسرام شاگرد راحت شہسرامی

نمونہ کلام یہ ہے۔

گلوں نے بیل شیدا کو تسکین کیا مجھے تمہاری محبت نے بے قرار کیا
(۱۰۹) کلدیپ۔ غشی ٹھا کر کلدیپ نرائن وکیل شہسرام تمہید راحت

شہسرامی ۱۹۱۰ء میں فوت ہوئے نمونہ کلام یہ ہے۔
عارضہ افسان کا کل کے تصور میں تھے صبح تک گنتے رہے کلدیپ تارے شام سے
(۱۱۰) پچھمی۔ بابو پچھی نرائن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہوا۔

ان کی یہ غزل تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں خیر آباد کے مشاعرہ کی
رپورٹ کے سلسلہ میں شایع ہوئی تھی۔

کیوں مجھے چھوڑ چلی دشت میں حشر میری کچھ دنوں ور بھی کرتی یہ رفاقت میری
دعا بھی کرتے ہیں پھر آپ کرتے بھی ہیں یہ سمجھتے ہی نہیں بڑھتی و دشت میری
پڑے ہی پڑے میں عشاق سے دہکتے ہیں حشر سے پہلے نہ دیکھے کوئی حد ویت میری
جس کو کل بات بہت غور سے سنتے تھے حضور قصہ قصہ تھا وہ تھی حکایت میری
جو پر تو رہے لاکھ گراف بھی نہ کی پھر ستم بھجورہ کرتے ہیں شکایت میری
آنکھ زنگیں کی دہن غنچے کا ہوس گل کا ٹوٹ کر آئے نہ کیوں اس طبیعت میری
میں ہنا کا محبت ہوں زل سے ہدم مٹے مٹے بھی نہ کھلی کوئی حسرت میری
داؤن عشق میں کچھ سا جو نہ ہوتا رہر اے جنوں سچ و کہ بڑھتی نہیں ہمت میری

ابتدا جوش جنوں کی ہو ابھی کیا ہوگا
منزلوں اور ابھی وصل کی عادت ہوگی
گردن دیدہ جاناں کی بڑلت چھمی
کشتور۔۔۔ بالو نزد کشتور لال ساکن محلہ لود پکڑہ عظیم آباد لڑکوں
کو پڑھانے کا مشغلہ رکھتے ہیں اسلئے عوام ماسٹر نزد کشتور رکھلاتے ہیں۔
اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں۔

عظیم آباد کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ تاج
دسمبر ۱۹۲۲ء میں ان کی یہ غزلیں شائع ہوئی تھیں۔

روز جس بزم میں ہوتی و شکایت میری
غم نہیں اس کا اگر لبت گئی دو میری
داستان قیس کی اک قصہ پارینہ ہے
خیریت پوچھ رہے ہیں جو مری نہیں نہیں کو
یاؤں رکھنے کی جگہ کو چہ قاتل میں نہیں
یو نہی کھیلیاں کرتی جو رہی باد صبا
گردن چشم فسوں ساز کا میں کشتہ ہوں
آج رہ جائے معلوم نہیں کیا ہوگا
قیس کتا ہوا نکلا یہ جنوں میں گھر سے
دھونڈنے جاتے ہیں کیا گو غریبا کی رات

کب ہاں جانے کو چاہے گی طبیعت میری
میرے اللہ سلامت ہے عزت میری
آکے سن جائے اب تازہ حکایت میری
کر چکے ہیں یہی ردو کے شکایت میری
دیکھئے اب کہ کہاں غبتی تو تربت میری
ارٹکے ہو چکے گی تے کو یہ میں تربت میری
سب کی آنکھوں میں پھر اکرئی تو تربت میری
راہے چاہیے گا دیکھ کے حالت میری
نہیں رٹتی ہر اب دیکھئے وحشت میری
یادوں کے نیچے تو ہے تربت میری

میرے رونے سے وہ بے ہوش ہو گیا کشتور

ظاہر اختیار یہ ہو گیا نہ انعت میری

وہ بے حجاب حین میں تو آ کے بیٹھے ہیں
 جوان کے سایہ گیسو میں آ کے بیٹھے ہیں
 عدو کا غنیہ خاطر کھلا کے بیٹھے ہیں
 کسی کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا کے بیٹھے ہیں
 وہ بھیڑ و بچے کے کہنے لگے خدا کی پناہ
 سمجھ کے سوختہ آتش فراق اپنا
 کسی طرح تو دل مضطرب کو چین آئے
 گئے ہیں یہ یمن کو وہ غیر کے شامل
 خدا گواہی کتنی ہے چین سے کشتور
 کشتہ - بابو ادودہ کشتور پر شادابی اے ال ال بی خلف بابو

نند کشتوری پر شاد و ساکن مومن پر دہرہ فطیع گیا۔ سند ولادت ۱۸۹۳ء
 اور سنہ وفات ۱۹۴۵ء ہے۔ گیا کے مشاہیر مند و شاعر میں تھے۔ عرصہ
 تک میونسپل کمشنر بھی تھے۔ شعر و سخن سے خاص شغف رکھتے تھے اور
 اورینٹ کلب گیا کی روح رواں تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ایک ڈرامہ
 موسوم بہ چھپی کٹاری تصنیف کیا تھا جو بنگالی کلب میں کھیلا گیا تھا۔
 اور شہر کے رؤسا اس کو دیکھنے کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ بعد میں
 انوکھی برہمی، بھول پر بھول، سال ادھار، مادی ڈالہ، اردو
 میں لکھے۔ ابتدا میں غلط کیا۔ اصلاحات کئی کرتے تھے۔
 خواجہ عشتیاق کاندھلوی کے شاگرد۔ جس نے آخر میں نوح فاروقی سے
 حاصل کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اتنا شہر ہے ماہ کا مل کا
لیکن اک داغ ہے مرے دل کا
پھول بر سائیں وہ قیوں کا
میں تو کانا ہوں ان کی محفل کا
مال مفلس سمجھ کے لے کشتہ
کوئی خواہاں نہیں مرے دل کا
بزم کو کیا علم کہ ہر آن کہ صبر ہے
اک کشتی ہو لئے جانی ہو جد جانی ہے
کس کے نالہ نے کیا شور قیامت برپا
آپ تھامے ہوئے کیوں قلب بکرتا ہے
کوچہ عشق ہے یا ملک عہد کی منزل
ہوش میں کیوں نہیں آتے جو ابھرتا ہے
صاف آتا ہے نظر صبح و سہا کا منظر
رخ پر نور یہ گیسو جو بکھرتا ہے
میزبان غلے مگر دل میں کھرتا ہے
ان حسینوں کی دورنگی کے کرشمے دیکھو
منہ سے اقرار نکالوں سے کھرتا ہے
دل کو بر مانتا ہے یہ خواب پریشاں کشتہ
مجھ سے چھپ چھپ کے وہ غبار کھرتا ہے

(۱۱۳) خلش۔ بابو جگیشہ پرشاد خلف منشی کا سنی ناٹھ ساکن موضع
بدرہ ضلع گیا۔ کمنہ مشق اور ذی علم شاعر ہیں۔ اس ضلع کے اکثر مہاسبہ
شعرا ان سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ان کی ادارت میں رسالہ تاج برہوں
تک بہت آب تاب سے نکلتا رہا اور ۱۹۱۶ء میں گیا میں آل انڈیا مشاعرہ
بھی انہیں کی سعی سے منعقد ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے
مشاعرے دھوم دھام سے ہوئے۔ اردو سمجھا گیا کے سرکاری تھے۔
انہوں نے شعر کا ایک تذکرہ موسوم بہ فردغ بزم (مطبوعہ ۱۹۱۶ء)
بھی مرتب کیا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے اول ربع میں اردو شاعری
اور ادب کی ترقی میں انہوں نے بہت کافی حصہ لیا سیاسی تحریکوں میں بھی
انہوں نے عملی حصہ لیا راقم کی خواہش تھی کہ ان کے خود نوشتہ حالات

اس تذکرہ میں درج کئے جائیں انہوں نے اپنے حالات لکھ کر دینے کا
وعدہ بھی کیا لیکن اب تک نہ بھیجا اسلئے راقم کو جو کچھ معلوم تھا اس جگہ
درج کیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے ان کا کلام تمام
امعات شاعری میں پایا جاتا ہے بطور ششے نمونہ از خود ارے کسی
قدر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

نام یوں عاشق صادق قلمے کرتے ہیں
میری تقدیر سے اچھے ہیں تمہارے کیسے
رات بھر دور دورے تک بھی لاتی و خبت
ابھی کس ہیں ہر سنگریزے نالے شب بھر
یہ کہاں تابت دیکھیں رخ روشن تیرا
المدد جب بدولت کشتن عشق مدد
اٹھنے کے بعد سے نو جوانے بن تھانے کو
توڑ کر عیرونی جاتے ہو تم غم کے گھ
یاد رہجانی تو بے نہی احباب خلعت
کیوں ل کو تڑپ بر آٹھ پہ کیوں چکے رو ناست
کچھ سچ تو بتائے بخت یہ اب ہر کیا بخت
ہر مرگ عدو کا غم کس کو ہے جہنم میں
رومارو گئے یہ آٹھ چکر لگائے گئے
وہ رشک نہیں وہ غم دہن تھے بیول سے بن کے
اب بعد فنا اک عالم بنوئی ہے لحد کا کو ناست

پھر بھر کی شب لب پر ہو فناں سینے میں کھٹکے دل میں خلش

اتارے آتے ہیں نظر معلوم نہیں کیا ہونا ہے

مر مر کے خلش ہو خاک بسر اور بعد قناتم لوند خبر

جو حسرت ہی یہ حسرت ہی جو رونا ہی یہ رونا ہے

اس پہ کیوں مڑتے ہیں کیوں اسکی تمنا دلیں جو بات کچھ کھلتی نہیں جو خیر قاتل میں ہی

دور ساغر کی طرح گردش ہے اہل بزم کو آپ باہر ہی وہ جو آپ کی محفل میں ہی

دیکھئے آکر یہاں نگین پھولوں کی بہار اک شگفتہ باغ ہی جو داغ سیر دل میں ہی

ناصح مشفق نصیحت اپنی رہنے دیجئے عشق کا جو ہر اندل سے سیر آب گل میں ہی

ایک ہی صورت کو دو کر کے دکھا دیتا ہے یہ جو ہر آئینہ پنہاں خیر قاتل میں ہی

غیر ہنستا ہی اودھر محکوب لب جاں دیکھ کر میں اودھر خوش ہوا کہ کشتی دامن صل میں ہی

ہوش کس ہی جو بے آگے کر قیامت کی خبر دم بخود ہر اک غم کی پہلی ہی منزل میں ہی

حشر میں ہم داد چاہیں ورنہ ان کے سامنے رعب اتنا ہی کہ منہ کی منہ پیش ل کی ل میں ہی

قبر میں آتے ہی روشن ہو گیا جشم کا حال آخری منزل کا منظر پہلی ہی منزل میں ہی

چھپ نہیں سکتا چھپائے سے غبار آئینہ صاف چہرے سے عیاں جو تھارے دل میں ہی

مل کے وہ گھٹتا ہی اڈر کھچکے ملتا ہی خلش بڑھ کے قاتل سے یہ خوبی خیر قاتل میں ہی

خلش نے اپنے پسر کا مرثیہ کہا تھا جو رسالہ تاج مئی ۱۹۲۱ء

میں شایع ہوا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ختم پسر

اس سے پہلے نہ کبھی مور داڑھ تھے ہم واقف رنج و مصیبت نہیں تھارے ہم

دام صیاد الم میں نہ گرفتار تھے ہم صرف اک محفل عشرت سے خبردار تھے ہم

یک یک گردش تقدیر نے کر دیا
 چھپ گیا ہر خوشی چھا گئی غم کی بدلی
 صفت ماتم ہو بھی رو کے رلا میں کس کو
 حالت درد جگر آہ سنائیں کس کو
 ہمنوا اپنی مصیبت میں بنائیں کس کو
 دل کی راحت نہ رہی آنکھ کا تار نہ رہا
 زندگی کا جو سبب تھا وہ سہارا نہ رہا
 دیکھ کر جس کو بہنے تھے وہ صورت نہ رہی
 جیسے آرام تھا قالب کو وہ راحت نہ رہی
 مایہ نیش طرب اپنی طبیعت نہ رہی
 مختصر یہ ہو کہ جاگی ہوئی قسمت نہ رہی
 فلک عیش کا پر نور ستار نہ رہا
 پیار کرتے تھے جسے دل سے وہ پیار نہ رہا
 دل میں ہر ایک کے سچا حقیقی رسانی تیری
 شکل آئینہ نمایاں تھی سفاکی تیری
 دل میں حسرت تھی کہ کھا نہیں گئی کمانی تیری
 کیا خبر تھی کہ رلائے گی بدالی تیری
 ناز تھا جس پہ پر کو وہ پیر سے چھوٹا
 فلک حسن کا خشنود ہستار اٹوتا
 داغ اس سن میں دیا تم نے پر کو بیٹا
 کم سنی میں ہوئے اما وہ سفر کو بیٹا
 کیوں اٹکستے کیا زالدی کمر کو بیٹا
 دھونڈنے جائیں نہیں کہہ کو بیٹا
 یہ نہ امید تھی تم سے کہ کچھ بچاؤ گے
 یہ نہ معلوم تھا برسوں ہمیں بڑپاؤ گے
 ہر قدم پر سیکڑوں ٹکڑے ہمارے دل کے ہیں
 بان رالے بہروان کے جانان دیکھ کر
 عشق کا بندہ ہوں میں کچھ حسن کا شیدا نہیں
 آنکھ تو روں پرندالوں کے جانان کیوں کر

ایک جلوہ نے کسی کے محو حیرت کر دیا
 آئینہ میں بن گیا رخسار جانان دیکھ کر
 خضر بھی راہ عشق میں گم ہیں
 کس سے پوچھوں نشان منزل کا
 آئینہ آب جس کو کہتے ہیں
 ایک ٹکرا ہے وہ مرے دل کا
 رنگیں۔ بابولشن نرائن لال ماکھر ابن بابوہر نرائن لال ماکھر
 (۱۱۴) آجہا کی ساکن تارنی پر شاد لین پٹنہ۔ ۱۹۰۷ء میں عظیم آباد میں پیدا
 ہوئے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی تعلیم حاصل کی ہے۔
 شعر گوئی کا مذاق فطری ہے۔ سن شعور سے اب تک مستحق سخن جاری ہے۔ اکثر
 مشاعروں میں آپ کا کلام بہت مقبول ہوا ہے۔ راقم کے ملاقاتیوں میں۔
 اٹھائیس سال سے محمد نائیکو عربک اسکول پٹنہ سٹی میں اسسٹنٹ
 ماسٹر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل غزل تذکرہ کے لئے لکھ کر
 خدایت کی ہے۔

رنگیں شفق سے جیب جو ہے جو تبار کا
 دامن لٹک رہا ہے غروب بہار کا
 شہرہ ہے آمد آمد قافل بہار کا
 ہر نخل منتظر ہے نئے برگ و بار کا
 آئی بہار چار طرف آگ سی ملی
 ہر لالہ زار آئینہ ہے شعلہ زار کا
 ہے دایم صبر امید میں بلبل کا دل اسیر
 آیا ہے گلستاں میں زمانہ بہار کا
 محض میں فیض ساقی عادل کا عاکر
 پیمانہ ہے شہاب کہ کس بادہ خوار کا
 سارے جہاں میں آج مشہور آج ہیں
 احساں کہیں نہ یہ ہو اسی خاکسار کا
 دنیاے رنگ بو میں بسہ زندگی بولی
 میں آشتیوں راز خزان و بہار کا
 شاخ مراد جس کی نہ پھولے پھلے کبھی
 وہ نخل غمخواروں میں چین رزگار کا
 کانٹے جو پاسباں ہیں تو کل مطمئن نہ ہوا
 گلچیں کے دل میں خوف نہیں لوگ خار کا

اس گل کو فکر کیا مرے حال خراب کی دن رات جو ہے مست خود اپنی بہار کا
 اے ناز میں جو آٹھ پہر مست ناز ہے کچھ حال غم بھی سن دل حشر شکار کا
 دن کو سکون نصیب شب کو نصیب چین رنگیں نہ پوچھ حال دل سو گوار کا
 رنگیں نے اپنے حالات اور غزل ۱۹۵۸ء میں راقم کو لکھ کر دی تھی
 اس کے کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(۱۱۵) ہوش۔ بالو کا متا پر شاد خلف منشی گلاب لال۔ ساکن ضلع پری
 (سب ڈویژن نواہ) ضلع گیا۔ ان کے والد اردو اور فارسی کے دلدادہ تھے۔
 سابق زمانہ میں بھی ان کا خاندان علم و ادب کی بدولت اس علاقہ میں ممتاز
 تھا۔ ہوش ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ان کے والد نے ان کو ایک
 گروہی کے یاٹھ ستارے میں بٹھا دیا لیکن تھوڑی مدت کے بعد ان کو اپنے ایک
 قرابت منشی چکر دھڑ پر شاد صاحب کے سپرد کیا انہوں نے ان کا کتب کیا
 اور اردو کی تعلیم شروع کرائی لیکن ان کے والد ایک لائق معلم کی
 تلاش میں تھے اتفاق سے ان کو مولوی شیخ نصدق حسین صاحب مل گئے
 جو ہندی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی استعداد رکھتے
 تھے۔ سابق میں مولوی صاحب موصوف کہیں اسٹیشن ماسٹر تھے لیکن نوکری
 سے مستعفی ہو کر درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا تھا منشی گلاب لال صاحب
 کے مکان پر رہ کر انہوں نے ہوش اور ان کے چار قرابت مند لڑکوں کو پڑھا
 شروع کیا اور ۱۹۲۷ء تک ہوش نے انہیں سے اردو، فارسی اور انگریزی
 پڑھی مولوی صاحب شاعر بھی تھے اسلئے ان کی صحبت میں کم سن ہی ہوش
 ہوش کا فطری ذوق شاعری ابھرنے لگا۔ ۱۹۲۷ء میں ہوش نواہ ہائی اسکول

میں داخل کئے گئے اور یہاں بھی اتفاق سے ایک مولوی صاحب تھے جو مشہور شاعری سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں ہوش نے کانگریسی تحریک سے متاثر ہو کر سلسلہ تعلیم کو خیر باد کہا اور کانگریسی تحریکوں میں پیش پیش رہنے لگے۔ چند بار قانون شکنی میں پیش رو ہو کر گرفتار بھی ہوئے اور پڑتال کرانے کے جرم میں اسکول سے نکال دے گئے۔ اب یہ جنگ آوازی میں اپنے ہم سنوں کی رہبری کرنے لگے اور کانگریسی لیڈروں میں بے حد ہر دل عزیز ہو گئے۔ انکی بے باکی اور دلیری کو دیکھ کر سری انوگرہ نرائن سنگھ اور دوسرے لیڈروں نے ان کو گلے سے لگا کر اور بھی ہمت افزائی کی۔ بہر کیف انہوں نے اسی طرح کچھ دن گزارنے کے بعد ۱۹۳۶ء میں میٹرک پاس کیا لیکن اس وقت ان کے والد ضعیف ہونے کے سبب ملازمت چھوڑ بیٹھے اسلئے کالج کی تعلیم جاری نہ رہ سکی۔ ۱۹۳۸ء سے ہوش نے ملازمت شروع کی پہلے مان بھوم میں ایک ہڈل اسکول کے ہڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد انوگرہ بابو وزیر مالیات بہار کی مدد سے ٹاٹا کمپنی میں ملازم ہو گئے جہاں اس وقت تک برسر کار ہیں۔ قابل ذکر یہ بات ہے کہ انہوں نے جب سے ہوش سنبھالا شاعر کا مشغلہ برابر جاری رکھا۔ جمشید پور کی ادبی انجمنوں سے وابستہ رہے اور شاعروں میں ہمیشہ شرکت کرتے رہے۔ موسیقیت اور ترنم کے سبب ان کا کلام اکثر بہت مقبول رہا اور صوبہ بہار کے بعض شہروں میں شاعروں کے موقع پر اکثر اپنا کلام سنانے کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ رسالہ سہتی گیا میں بھی ان کا کلام اکثر شایع ہوتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ تک انجمن ترقی پسند مصنفین کے کارکنوں میں بھی شامل رہے انہوں نے جمشید پور میں اپنی

تحریک اور سعی سے بھی شاعری کی انجمنیں قائم کی گئیں راقم کے پاس انہوں نے اپنے مفصل حالات اور کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں حالات کا مختص اوپر درج ہوا کلام کا انتخاب یہ ہے۔

سابعی

بس خون جگر، وزیئے جاتا ہوں لے لے کے ترانہ م جئے جاتا ہوں
غافل ہوں مگر منزل مفقود کو کوشش گر پڑ کے بھی نزدیک کئے جاتا ہوں
ہر دم کوئی تصویر لئے پھرتا ہوں ہر نگاہ میں یہ تقدیر لئے پھرتا ہوں
کیوں ورنہ رجائوں میں تدبیر سے کوشش پیروں میں جو زنجیر لئے پھرتا ہوں

غزل

مری شاعری مری زندگی مری بزم شعر و سخن میں آ
مرقا بیگلی کی بہارین مرے اجرے دل کے چین میں آ
مری رات کی ہر توجہ چاندنی کے دن کی تو ہی تو دھوپ ہے
مے دل کا تو ہی ہے آسہ مری دہانوں کی تو ٹھکن میں آ
مری راہ میں اپنی جتنی مری منزلوں پہ نکلا ہے
مری انجمنوں کو سنوار دے مے زخم دل کی چھین میں آ
بھی دلدلوں میں سماج ہی ابھی نکالوں ہی کا راجہ ہے
میں تو رنج و غم کا شکار ہوں مری سمجھنا کی ہی مراد
مے لب پہ بھی مہر کی مراد تو اب بھی غلام ہے
مری خاموشی کی زبان بن مے جوش دل کی لگن میں آ
ہے عدوئے جاں مرا آسمان یہ میں بھی مجھ سے خلاف ہے

مری بدلیوں کو تو چیر دے نیا چاند لگے لگن میں آ
 جو غریب دل کو بڑھا سکے جو گھنٹہ سر کو تھکا سکے
 مری آرزو نے نصیب بن مری لکھنی کے توفیق میں آ

مے نازکوں کی ہیں غمتیں مری بحر غم میں وفات ہو
 مری ناز موج میں کھام لے لے ساحلوں کے پھبن میں آ

مری تربیت میں نہ دم رہا مری حسرتوں میں نہ جان ہو
 مرے ہوش کا تو چراغ بن مری روشنی کی کرن میں آ

گیت

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

جھوم رہی ہے ڈالی ڈالی کلیوں میں اک جوش بھرا ہے
 مست پرندے ناچ رہے ہیں آج قفس کا دوار کھلا ہے

چلتی ہے اب باد بہاری

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

منہ اترتا ہے زرداروں کا محلوں میں اک شور مچا ہے
 ظلمت خونت سے کانپ رہی ہے ایک نیا سورج نکلا ہے

ہوش میں آئے ہیں زناری

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

ہر شے آنکھیں کھول چکی ہے دیکھ رہی ہے لال سویرا
 اب نہ رہیگا اندھیاروں کا بھارت میں ہر گام پہ ڈیرا

لحہ یعنی مداح یا ناخدا

غم کی دور ہوئی اندھیری
 جاگ اٹھی ہے جتنا ساری
 ڈر کر ہم سانس نہ لیں گے بھوک کی جوالا اب نہ سہیں گے
 ننگے پن کو دور کریں گے اب نہ زمیں پر مون رہیں گے
 اب نہ رہے گا کوئی بھکاری
 جاگ اٹھی ہے جتنا ساری
 مذہب کے اک ساز پہ کوئی گیت نہ نصرت کے گائے گا
 اب نہ ستا کر معصوموں کو عید کا جھنڈا اہلے گا
 مردل سے اب کرشن مراری
 جاگ اٹھی ہے جتنا ساری
 سجائی پر کھی جائے گی دم نہ گھٹے گا فن کاروں کا
 شان بڑھے گی مزدوروں کی مان بڑھے گا ہل والوں کا
 مٹ جائے گی ہر دشواری
 جاگ اٹھی ہے جتنا ساری
 بیچ بھنور میں ساحل آکر وقت کی کشتی چومے گا
 موجیں ساری نایح رہی ہیں جیون جیون جھومے گا
 آئی ہے مظلوم کی باری
 جاگ اٹھی ہے جتنا ساری
 پیغام خوش
 خوش نے لکھا ہے کہ ایک ملاقات میں خوش ملیج آباد رائے

ان کو یہ شعر سنایا تھا۔

بہار میں تو زمیں سے بہا رہا جلتا ہے جو مرد ہے تو خزاں میں بہا رہا پید کر
ہوش اسی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور اس سلسلہ
میں یہ اشعار موزوں کئے ہیں۔

سمجھو ننگا زندگی بھی ہوئی ہوش نگارگر گر میں وطن کو ہوش میں لا کر چلا گیا
قطعہ

میں نے جنتا سے لو لگائی ہے ایسے جینے کی راہ پائی ہے
کوئی لوٹے نہ اس خزانہ کو زندگی کی یہی کمائی ہے
(۱۱۶) اثر۔ بابو امر ناتھ صاحب تعلق لالہ ملکھی راجہ صاحب۔
ابا کی وطن قصبہ رائے کوٹ ضلع لودھیانہ صوبہ پنجاب ہے لیکن
ایک سرگرم قصبہ صاحب گنج (صوبہ بہار) میں سکونت پذیر ہیں اور یہیں
محکمہ ریوس میں ملازم ہیں۔ ان کے والد صاحب اردو کے
مشہور شاعر تھے اور ان کے بڑے بھائی یعنی اثر صاحب کے چچا
لالہ ارچن داس خوشدل اردو اور فارسی کے عالم تھے اور دونوں
زبانوں میں شعر کہتے تھے اسی طور پر اثر صاحب نے ذوق شاعری
وارثا پائی ہے۔

اثر صاحب رائے کوٹ میں پیدا ہوئے۔ کم سنی سے
شعر گوئی اور مضمون نگار تھا۔ شوق شاعری میں ان کی کئی
قوی نظمیں لاہور کے اخباروں میں شائع ہوئی تھیں اور اسی سال یہ
خود لاہور کے ایک ہفتہ وار اخبار ”اتفاق“ کے ادیب بھی تھے

اثر صاحب علم دوست اور خلیق ہیں۔ راقم سے غائبانہ ربط و اخلاص رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنا کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ بحسنہ نقل کیا جاتا ہے۔

کلام امر نامتھ اثر

تری صورت کہ معلوم و حسین معلوم ہوتی ہے
محبت پھولتی پھلتی نہیں معلوم ہوتی ہے
تصور جب تہائے کیسویہ پر خم کا آتا ہے
تمہاری بیوفائی ہو گئی و نقش دل جب سے
محبت ذریعہ حسن ہی کا نام و نسب ہیں
اڑا کر لے گئی ہے ہارے جو صبر سکوں جیسے
ہمارے خانہ دل سے کبھی باہر نہیں جاتی
تمہارا ہی تصور ہے بھل جاتا و جی جس سے
تمہارے حسن رنگیں میں کشش ہی اور پرور
محبت کی دھلیں مالتے ہوئے جہاں والو
ملیں گے کیا اثر دیر و حرم بچہ مست و بخود کو

مجھے غارت گرا ہاں دیں معلوم ہوتی ہے
یہ جلوہ نگاہ دل بخیر میں معلوم ہوتی ہے
محبت ایک مارا ستیں معلوم ہوتی ہے
تمہاری ہاں بھائی نے ظالم نہیں معلوم ہوتی ہے
تمہاری آواز و نفسیں معلوم ہوتی ہے
تمہاری ہانکاء و لہجہ معلوم ہوتی ہے
تمہاری یاد بھی پر وہ نشیں معلوم ہوتی ہے
وگر نہ زندگی اندو گہیں معلوم ہوتی ہے
مجھے ہر چیز دنیا کی حسین معلوم ہوتی ہے
خود دل دھونڈ کر دیکھو یہ دم ہوتی ہے
مجھے تو رام گدھر کی بھین نہیں معلوم ہوتی ہے

(۲)

صحت نے تم کو خوب ابھارا ہے آجکل
تیرا ستم و فاسد ہے بھی پیارا ہے آجکل
دنیا گدراحتوں سے کنارا ہے آجکل
دل میں بسی ہوئی ہے کوئی بیٹھا حسین

وہ کہ اشارت تمہارا ہے آجکل
نہ زہر بھی مجھے تو گوارا ہے آجکل
میں ہوں برا خیال تمہارا ہے آجکل
شیبت میں اک پری کو اتارا ہے آجکل

ملکیت بتان خود آرا ہے آجکل
 علم نے بھی ل میں پرستیا را ہے آجکل
 ہم نے بھی اپنے نفس کو مارا ہے آجکل
 تیرے بغیر کون ہمارا ہے آجکل
 دنیا کا ذرہ ذرہ شرار ہے آجکل
 ہوٹل کی روٹیوں پہ گزارا ہے آجکل

دل جس میں میری آرزوؤں کی تھی ڈوبش
 کچھ کچھ بھی کچھی سی امیدوں کے ساتھ تھا
 تم کو اگر ہماری محبت سے عار ہے
 تیرا اگر یہی ہے تغافل تو پھرتا
 اے دل زمین عشق پہ رکھ پھونک کر قدم
 دعوت کسی عزیز کی قسمت میں کیا تڑ

(۳۰)

حقیقت اٹھ گئی تو بندگی سے کچھ نہیں ہوتا
 تو پھر دن رات کی نو سو گری کچھ نہیں ہوتا
 وفا میں رو رہی ہیں دی سے کچھ نہیں ہوتا
 یہ دنیا ہے یہاں ہی خوشی سے کچھ نہیں ہوتا
 دل و حشرت زدہ آوارگی سے کچھ نہیں ہوتا
 خدا کرے تو کرے آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
 مست سے بھر کر لے غمی سے کچھ نہیں ہوتا

کدورت ہی تو صلح و آشتی سے کچھ نہیں ہوتا
 دل ناکام اگر محبت ہی سے کچھ نہیں ہوتا
 دل آرائی نہیں ہی دل ہی سے کچھ نہیں ہوتا
 جہاں لوں کے کچھ ناز و ستم بھی پہنچے پڑتے ہیں
 جہاں پر فیض حاصل ہو پڑا رہا سی در پر
 علاج کلفت دنیا دہا اے غم دوراں
 نہ ہو ممکن انرا بل جہاں کلبے و فانی پر

(۳۱)

تیری نظر کے اشارے تلاش کرتا ہوں
 میں یہ چاند ستارے تلاش کرتا ہوں
 وہ دلفریب نظارے تلاش کرتا ہوں
 ترے ذراق کے مارے تلاش کرتا ہوں
 حضور کہہ کے پکارے تلاش کرتا ہوں

میں زندگی کے سہارے تلاش کرتا ہوں
 نہ گر پڑے ہوں نجالت سے دیکھ کر تھکو
 کنار جو ہو، شب ہر جو تو ہواور میں ہوں
 نجانے کون سے گوشے میں پڑے ہو گئے
 وہ عشق دل جو تجھے بھڑوا کسا کیسا تھا

دل خزیں جو کبھی غمگسار رہتے تھے
کہاں ہیں دست تہمائے تماش کرنا ہوں
خدا ہی پار لگا سیکائے آتش کہ اب
بھنور میں ناؤ گناہے تماش کرنا ہوں

(۵)

غم الفت کو بھی محبوب جاں کنایہ پڑتا ہے
کسی بے بہر کو جب بہریاں کنایہ پڑتا ہے
مقدر کی خرابی ہو کہ بہت کی ہونا کا
نگاہ یار تو نے راز دل کے کھدے کیا کیا
سوال دوست پر اندیشہ ترک بھٹکے
مری تقدیر تجھ پر منحصر ٹھہری تو پھر کھلو
محبت موجزن ہے اور مسنگوں میں تلاطم
دیباچہ تک تیری رسائی جو ناممکن
آتش اس عرصہ گاہ عشق میں دیکھتے جو ہر

بساط داغ دل کو گلستاں کنایہ پڑتا ہے
تو دل کا قتل ہے اور الاماں کنایہ پڑتا ہے
بہر صورت جفائے آسمان کنایہ پڑتا ہے
تزی چشمک کو اندازہ بیاں کنایہ پڑتا ہے
نہیں کہنے کی حالت میں بھی کنایہ پڑتا ہے
خدا اک اور زیر آسمان کنایہ پڑتا ہے
ہمارے دل کو بحر سیراں کنایہ پڑتا ہے
اسے دل تیری مرگ ناگہاں کنایہ پڑتا ہے
ضعیفی میں تجھے آخر جواں کنایہ پڑتا ہے

(۶)

معدوم ہو جاتے ہیں اب تاب و توان اور
گھل گھل کے غم میں ہوا جی کازیاں اور
ہو دل کی زباں اور دہن کی زباں اور
یوں تو میں زمانے میں بہت تجھے جواں اور
اے صبر تجھے صبر کیسے میری فغاں کا
دل گردش ایم سے پس پس کے ہوا خاک
شاکر ہے ترا بزم میں گھر پر آشانی

کچھ گل نہ کھلائے کہیں یہ دردناں اور
جب تو ہی نہ پوچھے تو بھلا جاؤں کہاں اور
پھر تو ہی بنا کیوں نہ بڑھے میرا گناں اور
جو شان تجھ پر تری بار وہ کہاں اور
کچھ دوز تو سینے کے تجھے بونٹاں اور
اب خاک اڑاتے ہو اڑاؤ مری جہاں اور
ہر فطرت دل خوب ہاں اور یہاں اور

ہم جنت واعظ کی حقیقت ہوں منکر
اس دور ضعیفی میں اثر لاج بچانا
مل جائے اگر تیرے محلے میں مکاں اور
یہ اور زمانہ ہے یہ دن ادھماں اور

(۷)

رات یا دہشت بے پیر بہت خوب رہی
واعظائے علم الفت کے کرم سے دل میں
میں بھی جیتا رہا دنیا میں بہ امید کرم
موت آئی تو غم دہر سے جاں بھی چھوٹی
نا صوابت ہو دل پر تری باتوں کا فریب
شغل اجاب ہا کعبہ دل کی تخریب
چپکے چپکے ہوئیں باتیں بھی زیارت بھی نصیب
وہ ترا طرز تکلم وہ ترا جوشش اثر
در دل تھم گیا اکسیر بہت خوب رہی
رونی گلشن کشتیر بہت خوب رہی
اک اندھیرے میں یہ تنویر بہت خوب رہی
خواب ہستی کی یہ تعبیر بہت خوب رہی
پائے مجنوں کو یہ زنجیر بہت خوب رہی
مجلو اک حسرت تعمیر بہت خوب رہی
شکر یہ آپ کی تصویر بہت خوب رہی
سر محفل تری تقریر بہت خوب رہی
تضمین بر غزل غالب

چارہ سازی کو میسجڑاں آٹھ گئے کیا
اقرار مگر دل مقطر کو پہلا گئے کیا
شدت درد و الم سے ہم شفا پا گئے کیا
دوست غمخواری میں میری سنی فرما گئے کیا

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائے گئے کیا
ہم عینکے اس طرح ایو منہ کر کے تلک
عم اٹھاتی رہی رہی جان مضطر کبتلک
بے نیازی حد سے گزری بندہ پر کبتلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرما گئے کیا

کیا مناسب ہے تری تقسیم اللہ راہ واہ
بس چکی ہے اب تو رگ رگ میں محبت دریاہ
دل دیا اک انجم نرا دل کس طرح ہو کا ناہ
حضرت نامہ گرا دیں دیدہ و دل فرس راہ

کوئی نچکویہ تو سمجھا دو کہ سمجھا سینگے کیا

عرصہ گاہ عشق میں جاننا دکھاتا ہوں میں دیکھ لو کس کس تکبر سے چٹا آتا ہوں میں
کون کہتا ہے کہ مر جانے سے ٹھہراتا ہوں میں آج وہاں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں

عذر میرے قتل کرنے میں اب لا سینگے کیا

ہر زبان خلق پر گرا پنا چرچا ہوں سہی ہم محبت میں ہیں مولے زمانا یوں سہی
ہو گئی ہم سے اگر برگشتہ دنیا یوں سہی گر کیا نا صبح نے ہم کو قید چھایوں سہی
یہ جنوں عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

آسیائے آسمان پر سے بھاگیں گے کیوں پس رہیں گے گردش تقدیر سے بھاگیں گے کیوں
جاں بکے ہو کر تختِ حیرت سے بھاگیں گے کیوں خانہ زاد زلف میں بنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتار و قارندہاں سے گھبرائینگے کیا

نحت دل کھا کھا کے ہم لے پالی اک لذت اسد خوں جگر کا پی چکے ہم جان کر شہت اسد
اب رو دیوار کو بھی ہم سے ہر نفرت اسد ہے اب اس سمورہ میں خط غم غم غم اسد
ہم نے یہ مانا کہ دلی ہیں۔ ہیں کھا سینگے کیا

(۱۱۷) زبیا۔ لالہ رام جی متوطن گیا۔ سن ۱۹۲۱ء کے قریب شہر گوالیار شہر کی

اور مشاعروں میں مغز لیں پڑھیں نمونہ کلام یہ ہے۔

کس کی الفت کی ہے کشش دل میں سو ز غم سے جو ہے آتش دل میں

(۱۱۸) ناشاد۔ رام پرشاد کھوسلا قلعہ رائے صاحب سوانگراں سے توبالی

رکن مقام راہوں ضلع جالندھر صوبہ پنجاب۔ پتا لیکن انھوں نے زندگی کا بیشتر

حصہ صوبہ بہار میں گزارا اور یہیں کے پورے تھے اودان کے صاحبزادے

کرشن کمار کھوسلا صاحب نے بھی صوبہ بہار میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

اپنے والد مرحوم کلام کا مجموعہ طبع کرایا ہے جو ڈاکٹر سید محمود صاحب کی تقریباً
 اور پروفیسر عبدالمنان بیدل کے مقدمہ کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ استاد
 اردو کے ان شعرا میں تھے جن پر ہندوستان بہت کچھ فخر کر سکتا ہے۔ بیے
 ذی علم صوفی منش شاعر تھے۔ ۱۸۸۱ء میں راہوں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے
 ۱۹۰۹ء میں لاہور کے گورنمنٹ کالج سے انگریزی زبان و ادب میں ڈگری
 حاصل کی اور یونیورسٹی کے تمام طلباء میں اول رہے کچھ عرصہ کے بعد لاہور کالج
 میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں آکسفورڈ جا کر فن تاریخ کی
 تکمیل کی اور ہندوستان واپس آکر لاہور کے سناٹن دھرم کالج کے پرنسپل
 مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حکومت نے ان کو ایجوکیشنل سروس میں لے لیا اور
 ریونٹ کالج کلک میں پروفیسر مقرر کیا اس وقت اریسہ صوبہ بہار میں شامل
 تھا گورنمنٹ نے ۱۹۱۴ء میں کلک سے تبدیل کر کے جی بی بی کالج مظفر پور میں
 پہلے نائب پرنسپل پھر پرنسپل کے عہدہ پر بحال کیا پھر ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۳ء تک
 لیٹننٹ جے کالج بھاگلپور کے پرنسپل رہے لیکن اس کے بعد دوسرے سال
 پٹنہ کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ لیکن ان کو مظفر پور کا ماحول بہت مرغوب
 تھا اسلئے ایک سال کے بعد پھر مظفر پور واپس گئے۔ تاریخ میں ان کی تصنیف
 سے "سلاطین و رؤساء مغلیہ" ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ ملازمت
 ہی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی اجازت لیکر انہوں نے دوبارہ انگلینڈ کا سفر کیا
 اول ۱۹۱۸ء میں ہمارا جہ پیمالہ کے پرائیوٹ سکریٹری کی حیثیت سے دار
 سک انفرس میں شرکت کی اور پھر ۱۹۲۶ء میں ہمارا جہ الور کے پرائیوٹ سکریٹری
 ہو کر انگلینڈ کی سیر کی۔

خوش حالی اور تہول کے یاد جو دانشاد فقیر دل شخصیت رکھتے
 تھے۔ غریبوں سے خاص انس اور ہمدردی رکھتے تھے اور حاجت مندوں کی
 حاجت روائی فراخ دلی سے کرتے تھے۔ ۱۴ جون ۱۹۴۲ء کو قلبی عارضہ
 میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ مطبوعہ مجموعہ کلام موسوم بہ نالہ ناشاد میں ان کی
 ۵۴ نظمیں ہیں۔ ہر ایک سے ان کا صوفیانہ پن نمایاں ہے بطور نمونہ ان کی
 نظم نیا عبادت خانہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نیا عبادت خانہ

ملک دنیا میں ایسا اک خانہ عبادت مندر نما ہو لیکن مسجد کی طرز کا ہو
 مرلی کی دھن چھری ہو آواز ہوازاں کی چرچا بجاہیوں میں قرآن و دید کا ہو
 اک جام میں پڑا ہو تھوڑا سا آب زمزم اس آب میں ذرا سا گنگا کا جل ملا ہو
 پانی کے جام الفت وہ بخودی ہو طاری ہر ایک کی زباں پر وحدت کا ذکر ہو
 اپنے صنم کہہ میں بت ہو نئی طرح کے جن کے لبوں پہ ہر دم توحید کی صدا ہو
 آپس کا ہیر چھوڑیں باز آئیں دشمنی سے یہ ہونٹا دل سے وہ جان سے جدا ہو
 دھو دھو کے ہم ٹھادیں آب یگانگی سے گر لوح دل پہ اپنے حروف دہلی لکھا ہو
 مذہب ہو اپنا ایسا جس سے ہر ایک دل میں عزت ہو دہوتا کی تعظیم انساں ہو
 مٹ جائے کفر و دین کا بھاگ اجماع یاد آتش کی زباں پر ہر وقت یہ دعا ہو

دور حاضر

(۱۱۶) گلو آر۔ بابو امیتور پرشاد ایڈوکیٹ ڈپٹی میئر و مجسٹریٹ
فرسٹ کلاس۔ عظیم آباد کے ہر دن عزیز رئیس اور دور حاضر کے خوشگو
شعرا میں ہیں۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے ہیں۔
یاران میکہہ مرتبہ محمود علی خاں صاحب صبا میں مجھے ان کے خود نوشتہ
حالات اور غزلیں مل گئیں اسلئے انہیں کو بجنسہ اس مقام پر نقل کرنا مناسب
معلوم ہوا چنانچہ لکھتے ہیں۔۔۔

”یاران میکہہ کے مرتبہ جو مرے بچپن کے سال تھے اور دوست ہیں
ان کا اصرار ہے کہ میں اپنے سوانح حیات مختصر الفاظ میں لکھ کر اشاعت
کے لئے دوں۔ ان کے اصرار میں اتنا گہرا خلوص ہے کہ میں انکار کی جرأت نہیں
کر سکتا۔ یہ چند سطریں ان کے حکم کی تعمیل میں بدیہ ناظرینا کرتا ہوں۔ شاید
ان میں میری حیات کے کچھ نقوش نظر آئیں۔“

”میں اپنے جدی مکان گلو آر ہاؤس واقع محلہ پھرہٹہ پٹنہ سیٹی
میں ۱۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ میرے باپ جی مری بشو انا تھے پرشاد
مکھن بھو پاو آجھانی ایک کامیاب تاجر تھے مگر زمانہ کی رفتار کو دیکھتے
ہوئے انہوں نے گلو آرگری تعلیم دینا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء
میں ٹھڈن انیکلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے
بعد باپ جی کی دلی خواہش کا اندازہ کرتے ہوئے میں نے بی۔ اے اور

حکالت کی ڈگریاں بھی حاصل کیں اور ۱۹۳۱ء میں ٹینہ ڈسٹرکٹ بار میں وکالت
 شروع کر دی۔ بابو جی کی ضعیفی اور علالت کی وجہ کو ٹھیکو پھر اپنے آبائی
 پیشہ تجارت کی طرف متوجہ ہوتا پڑا اور اس وقت ذریعہ معاش تجارت
 ہی ہے۔ ہلک کی سیوا کرتے کا جذبہ جو میرے دل میں تھا اس کو برے کار
 لانے کا موقع بھی ٹھیکو مل گیا۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں پہلی بار ٹینہ سٹی مونسپلٹی
 کا کمنشنر منتخب ہوا اور ۱۹۳۲ء کے عام انتخاب میں بلا مقابلہ میونسپل کمنشنر
 منتخب ہوا۔ اسی سال حکومت نے ٹھیکو انریری مجسٹریٹ نامزد کیا اور آج
 تک اس عہدہ پر بحیثیت فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کام کر رہا ہوں۔ ۱۹۵۴ء میں
 جب ٹینہ میونسپل کارپوریشن کا پہلا انتخاب ہوا تو میں اپنے حلقہ وار نمبر ۲۱
 سے عام انتخاب کے ذریعہ کانسٹیبل منتخب ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں کارپوریشن کا
 پہلا ڈپٹی میئر مقرر ہوا اور تین سال سے برابر ڈپٹی میئر منتخب ہو چلا
 آ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میں مختلف شہری اور صوبائی اداروں کا
 وقتاً فوقتاً عہدہ دار بھی رہا ہوں۔

"میرے گھر والوں کی زبان عرصہ سے اردو ہے اور میں نے بھی
 اردو مضمون لیکر لی۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اردو دسیں کی ایک
 بڑی پیاری اور سیکھی زبان ہے، بولنے میں مزہ دار، سننے میں خوشگوار
 اور سمجھنے میں آسان ہے۔ اس کی شاعری میں جو لطافت ہے وہ میں نے
 کسی اور زبان میں نہیں پایا ہے۔ میرا خیال صرف زبانی یا جذباتی نہیں
 بلکہ میرے دل کا صحیح ترجمان ہے۔ چنانچہ جب کبھی ترنگ اٹھتی ہے تو کچھ
 شعر کہہ لیتا ہوں اور دوستوں کے اصرار پر مشاعروں میں پڑھ لیتا ہوں۔
 راہشور پر شاد گلوارہ

غزل

تم رنگ دیکھنا دل دیوانہ وار کا بس منتظر ہوں آمد فصل بہار کا
 مجھ سے نفس نصیب کو کیا کام اے ندیم موسم خزاں کا ہو کہ زمانہ بہار کا
 جلتے ہیں اور بجھتے ہیں امید کے دئے یہ واقعہ ہے میری شب انتظار کا
 عجلت یہ ہے کہ پشت ہو اپر سوار ہو کس کی تلاش میں ہو مسافر غبار کا
 مجھ سے گدا کے واسطے دامن بکھا دیا احسان ہے یہ سایہ دیوار پار کا
 اس کے بدرجہا تھی غنیمت خزاں کی فصل جیسا گذر رہا ہے قحط زمانہ بہار کا
 گلو آرا کوئی لاکھ جفائیں کیا کرے دامن چھٹے نہ ہاتھ سے صبر قرار کا

غزل

زمین بھی مجھ سے خفا ہے خوش آسماں بھی نہیں
 مرے لئے تو کہیں گوشہ اماں بھی نہیں
 خدا برا کرے وحشت کا دشت ہو کہ چمن
 قرار دل کو یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں
 کچل دی اپنے جلس و قایر انہ ہوا
 اب اس جہاں میں کوئی اس قدر داں بھی نہیں
 یہ کیا ہے پھر جو دورنگی نہیں زمانہ کی
 کہ فصل گل بھی نہیں موسم خزاں بھی نہیں
 اسی پہ کیوں ہے نظربرق کی خدا جانے
 بہت بلند مری شاخ آشتیاں بھی نہیں
 جوں عشق میں سب کچھ بھلا دیا نارح

بس انتہا ہے کہ یاد اپنی داستاں بھی نہیں

رہِ خلوص سے باز آؤں کیوں میں گلو آرا

مجھے کچھ اس میں تو اندیشہ زیاں بھی نہیں

پہلا ہے یہ قصور بس بڑ گزر کریں

کیونکر بیان لذتِ دروِ جگر کریں

پھر خیب کیا چھپائے رہی شہر کریں

کانٹوں سے پاکِ صاف تری رگزر کریں

طے جس میں کو قیمتِ محل و گہر کریں

کیوں اعتبارِ وعدہ شامِ دستر کریں

جو کام ہم کریں وہ سمجھ بوجھ کر کریں

زبانِ شوق تہے خوش دلی کا نام ابھی

مگر ادانہ ہوا حاصلِ کلام ابھی

کہ رند کرتے ہیں تیرا کچھ احتیاج ابھی

ہمیں تمہاری صداقت میں ہے کلام ابھی

کہ مستوں سے بھی نکلانہ کوئی کام ابھی

ضرورت آئے ہو جس کی کر ڈھکام ابھی

تم اپنے آہو سے دل برفو کرنا ہم ابھی

ہوئی رند مجھ کو نہ دستاں چاہئے

رندوں کو ایک محفلِ رندانہ چاہئے

مجھ کو تو روحِ کعبہ و بیتاں چاہئے

بخشیں نہ پھر ہم آپ کو شکوہ اگر کریں

ناصر تو ناشائستہ محبت ہی کچھ نہ پوچھ

الفت تو ایک جذبہِ نظری کا نام ہے

منزل کی جستجو میں یہ جذبہ بھی ہی شریک

اس دور میں ہو کیا نگہ جو ہری کی قدر

سو تجر بولیں یہ بھی یہ سمجھ میں نہ آسکا

گلو آرا کچھ بڑا تو نہیں یہ تراخیال

مجھے ہزار و آہ و فغاں سے کام ابھی

زبانِ شوق نے گولا کھ خستہ کر کیا

اٹھا وہ ابرسیہ سیکہ سے جا واعظ

مری حکایتِ دل سن کے وہ یہ کہتے ہیں

بس آج ہو گئے ہم نازِ حسن کے قایل

جو کرنا چاہتے ہو کل وہ آج ہی کراہ

بناؤ دلش کو پھر رام راج گلو آرا

زاد نہیں کہ سچہ صدوانہ چاہئے

گل چلتے نہ گلشن و ویرانہ چاہئے

تیرے میں بے نیاز کے سنگِ خستہ سے

کیا لطف اگر یہاں بھی ہے رسم امتیاز
دولت سمیٹ کر کوئی بنتا نہیں تشریف
ساقی بھوں پہ واو رہی سحانہ چاہئے
افساں کو رکھ رکھاؤ ستر لیانا چاہئے
دل تیرا انتظار سے بیگانہ چاہئے
بازو میں طاقت پر پروانہ چاہئے
کوئی جنوں نوانہ ہے کوئی خود پسند
گلو آرا تجھ کو ان سے الجھنا نہ چاہئے
(۱۲۱) رائے۔ رائے گوپال کرشن صاحب بی. اے رئیس عظیم آباد

ساکن محلہ مسیتن گھاٹ۔ سنہ ولادت ۱۸۹۷ء ہے۔ راجہ خیالی رام
کے ورثا میں ہیں۔ انگریزی میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ فارسی اور
اردو بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اردو شاعری کا شوق سن شہید سے
ہے سیاسی اور سماجی تحریکوں سے بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابتدا میں
شاید کچھ کلام میر محمد باقر۔ باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید آبادی کو
بھی دکھایا تھا لیکن شاعری میں باقاعدہ اصلاح سخن نہیں لی۔ ۱۹۵۷ء
میں انہوں نے اپنا کلام کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے جس کا نام مونس
وہ رائے گوپال کرشن صاحب : MOMENTS WITH RAI

GOPAL KRISHNA یہ کتاب انگریزی اور ہندی میں ہے۔
ابتدا میں ان کی تصویر ہے۔ اس کے بعد انگریزی میں انشباب و مقدمہ
کتاب اور آزاد ہند کو تراجم عقیدت اور ہاتھ تان گاندھی کی موت پر اظہار
تاسف کے مضامین کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری کے متعلق بیرنس
کے مرثیے کے کچھ بند اور اسی طرح دوسرے مشاہیر شعرا کے مختلف اشعار
جز ہیں فارسی اشعار سعدی شیرازی کے بھی ہیں ہندی یعنی دیوتاگری

رسم الخط میں شایع کیا ہے اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ بعد میں خود اپنا اردو کلام بھی دیوناگری حروف میں درج کیا ہے اور آخر میں اپنے بعض خطوط جو انہوں نے سر اسٹافورڈ کرسپس اور اردو مکتبہ مور و غیرہ کو لکھے تھے اور ان میں ان انگریزوں کے انگریزی زبان غلط بولنے اور سمجھنے پر اعتراض کئے تھے اور ان کے جوابات درج کئے ہیں اور ان کے علاوہ بعض خطوط اور بھی ہیں۔

بہر کیف بہار میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے فارسی اور اردو کلام کو دیوناگری میں شایع کیا ہے۔ یہ کس جذبہ کے تحت ہے راقم کو معلوم نہیں لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انگریزی تراجم ان اردو بندشوں سے بہتر ہیں۔ مصنف نے بقول خود مشرقی خیالات کو کلمہ سنہ کی صورت میں اہل مغرب کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن اگر ساری کتاب انگریزی میں ہوتی تو اہل مغرب کے مطالعہ کے لئے مناسب ہوتی کیونکہ اہل مغرب ہندی رسم الخط سے کمتر واقف ہیں۔ ان کا کلام جو ہندی رسم الخط میں ہے بطور نمونہ اردو رسم الخط میں درج کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۲۵ ایسا لڑائی

چکبست کے طرز پر

جھٹا باندھے ہوئے جہاز وطن جاتے ہیں کچھ نئی شان سے جاں باز گن جاتے ہیں
ہم نہ مار چکے کبھی کر کے بدن جاتے ہیں بدلے تلوار کے وہ باندھے کفن جاتے ہیں

سامنے ان کے ظفر برسنہ پا پھرتی ہو

آہ نفلوں میں بھی رائے عجب نکلتی ہو

انکی رگ میں ہیں پتو سنجے کے چمن رن کا میدان پر ان کے لئے ماں کا دامن
عرصہ جنگ کا موت ان کو ہوا ک شرب کا دامن لڑکے تلوار سے وصل ہو تو خلعت پر کفن

رن کے میدان سے پس پا ہوں یہی طور نہیں

مادر ہند کے بیچے ہیں کوئی اور نہیں

ان دیر ان وطن دھاک بھاک کر آنا طنطنہ دشمن خود میں کا مٹا کر آنا

آپتے بھی نہیں ڈرتے یہ جت کر آنا ندیاں خون کی تہ اپنے بہا کر آنا

یہی گنگا ہے سپاہی کے نہانے کے لئے

ناو تلوار کے ہے پار لگانے کے لئے

جا بجا نصب بھدشان کئے قومی علم اور حفاظت بھی کی ایسی کہ نہ مٹے نہ ختم

واہ شایاش کی تم نے نہیں نا آخر دم وار ان پر کیا گو تم پہ مچے جو روستم

ایک سے ایک ہیں بڑے بڑے یہاں مردوں

نام ہر قوم کا ان کی ہی بدولت روشن

اسی سن میں کہ جوانی کا ہوا ہی آغاز محل کیا تم نے تیاگ اور اپنا کارا ز

ظلم پر ظلم سے پر تھیں لے تم باز رہ گئے دنگ جنہیں ظلم و ستم پر تھا باز

جیتا ہے اپنے لئے وہ بہتر از مرد ہے

مرد اوروں کی خاطر وہی بس نہ ہے

۱۹۴۷ء کا بھوکھڑ

جب کہ زار نہ صدر میاں و جہان پر سہ عیدوی کا پہونچا ہوا ہند منتظر

دو شفیقہ ندرہ جو رہی کو وقت سے پہر صورت میں لڑنے کا ہوا قمر الیتر

یوں بیتاں تو اس میں ہر ہندوستان بھر لیکن بھارہ ہو گیا معضوب خاص کر

پٹنہ خدا گواہ کہ پٹنہ نہیں رہا
 تڑپت موند گیری تو ہوئے صاف گھر کے گھر
 ریس بٹرک خراب ہوئیں پل بھی جا بجا
 کیا لہلہاتے کھیت پتہ آب ہو گئے
 بجے، نثار جن پتوں و رہائے آبدار
 سن کر فسانہ رائے کا جس کی نہ دل بھٹے
 اس قہر ایندوی کا ہوا اس پتہ نہ
 ایسے مٹے کہ مٹ گیا ٹٹنے کا آگے ڈر
 پانی کی کل بھی بجلی ٹیل فون تار گھر
 پھیلی تمام ریت ہوئے خشک چاہ تر
 بن پانی مر گئے نہ ملا پانی بوند بھر
 سینے میں اس کے دل نہیں و پارہ حجر

غزل

مشاعرہ تاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء بدولت کردہ بابو اما پتی سہا صاحب
 مصرعہ طرح۔ چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے
 تو ہی ڈھونڈ ہو یار و جہاں میں ایسی خو کر دے
 چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے
 زباں ایسی بنادے اید اطرز گفتگو کر دے
 کہ ہر فرد بشر اب ترک ذکر من و تو کر دے
 اگر تو چاک داماں اس کی پامالی کے باعث ہے
 تو لازم سوزن مثر کاں سے اس کا روبرو کر دے
 میونسپل ایکٹ تو کو کارپوریشن ایکٹ یوں سمجھو
 کہ اس کا بس یہی مطلب ہے پیش ازین لوگ
 اگر بیوی کی حاجت ہے فقط کھانا پکانے کو
 تو بیوی کے عوض اللہ سب کو ایک کو کر دے
 سیاسی زندگی میں گر تو خواہاں ترقی ہے

ہوا بہتی ہر جس جانب سب جانب رو کرے

تمہیں چاہے تمہارے چاہنے والے کو بھی چاہے
کہو کس طرح کوئی اپنے دل کو وں سے رو کرے

خدا محفوظ رکھے چتونوں سے ان حسینوں کی

عجب کیا جو نیا محشر نگاہ ماہ رو کر دے

ڈرا کرتے ہیں فہمیدہ تلون سے زمانے کے

کبھی عزت یہ بخشے اور کبھی بے آبرو کر دے

بہت ہشیار اس پیر فلک کی چال بازی سے

یہ دعا مودعی ہے جو بھائی کو بھائی کا عدد کرے

کوئی بھی کار مشکل اس کی قدرت کے نہیں باہر

اس اک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ قطرہ کو وہ جو کرے

بہ مئے سجادہ رنگیں کن چو این قولیست حافظ را

چہ خوش بودے اگر تو از مئے گل کوں صو کرے

نہیں غیبت سے بڑھ کر کوئی خوئے بد ہے انسان میں

شکایت جس سے ہواے رائے اس کے رو برو کرے

مشاعرہ تاریخہ اگست ۱۹۷۷ء بمقام محمد ن اسکول

مصرعہ طرز سے شوق فنون و جرات زندانہ چاہئے

ہم مئے گسار ہیں یہیں مینانہ چاہئے

شوق فنون و جرات زندانہ چاہئے

اس کے لئے تو بہت مردانہ چاہئے

کسی نہ چاہئے نہ صغیر خانہ چاہئے

بیگم جی کے صرفہ ہو اس لئے تو بس

جھیلے معینتیں نہ کبھی آفت ہاں پہا

فیشن کا ہر توافد ہر اک سے یہ آئین
دنیا کی کائنات سے ندی کو کیا غرض
وے دے زکات حسن کی لے بادشاہن
کیا پوچھتے ہوئے سے پوش و خرد کی پات
ننگالی کوٹ پیٹ ویکسا نہ چاہئے
ان کو تو سے دینا و پیمانہ چاہئے
آیا ہوں تیرے در پہ فقیرانہ چاہئے
عاشق کو ہوتا تیرے تو دیوانہ چاہئے
راشترتی را جندہ پر شاد کے پور تھی۔

ٹوٹا ہندوئے اور بہاری خاک میں شاد
ہے انکو مر نہا ہمد مر جلالا ملکوں مبارکباد
کیا وہ دانت کھٹا دمن خود میں کاڑنے میں
ہوئی دنیا کے کوئے کوئے میں شہر بندگی
وہ منتران نے پھونکا دہر پیچک و انسا
بہت ایشا کر کے ہے کیا امن و امان قائم
چنے جاتے نہ کیوں یہ پر لپیٹا فٹا فٹا دور
ہی انکی تنہا ہے ہی ہے مدعا ان کا
یتیم و بیوہ کتنے ان کے ہیں مریوں کشت
نہ کیوں بکھر کا بان کے ہمیشہ مہیا بی ہو
جو سمجھا غرض تھا اپنا اسے اس نے کیا پورا
کہ بیٹھے تخت دہلی پر مجھے ڈاکٹر شاد
بٹا کر ہاتھ بھرت کو غلامی کیا آزاد
کہ بھولے گی قیامت کبھی اسکو اسکی یاد
جو تیس کے جواز لڑنے میں ان نے کی امداد
نہز جائے جو سن لے نام بھواس کا ستم ایجاد
مٹا یا صفو ہستی سے نام تو اور بیداد
کہ یہ ثابت ہے میں صوبہ ادلی ہندی اولاد
نہ رہنے پائے بھار میں کوئی بھی حسنہ ماشا
نہ جانے کتنی اجڑی بستیوں میں ہیں آباد
کہ پایا ان نے گاندھی جی کے ایسا باکمالی استاد
ہنریں سن کے لٹے ہے رائے ہرگز تو ہند کا داد

کشمیر کی جھنک

جو براج

یہ در ریامت جو جو جہان ہے
نہ ہو کر وراثت سے ہی دوت سے
یہ جو براجوں میں مستراح ہے
یہ پینے ہونے پر یکم کا آج ہے

بخشنی سیاست

نام وزیر اعلیٰ سری بخشنی غلام ہے رکھنا پر جا کو شاد ہی ان کام ہے
سستی ہے یاں پہ آئے اور زمان ہو جب سے یہ آئے ایسا ہی یاں کا نظام ہے
اھل سری نگر

جو لوگ سری نگر کے پر ایے و خلق ہیں مہمان نواز ہیں بسے لائق لائق ہیں
رکھتے ہیں وستی یہ ہر اک خاص و عام سے ہیں پریم کی یہ مورتی غایت شفیق ہیں

کیسرا کے کھیت و تیرتے کھیت

کھیت کیسریاں پر تو نسے دیدن ہیں لوگ کہتے ہیں کہ یہ باعث خند ہیں
تیرتے کھیت بھی ہیں یاں پہ کئی پانی عیاں کہ سکے جن کو نہ محفوظ زردیوں ہیں
ھاوس پوش

ڈل اک جھیل پر جہاں چلنا مکاں ہے ہے ڈھنگ نوکھاں کا زرا بٹیاں ہے
راست کے ان میں ساں مہیاں ہیں راکھ تعریف ہاؤس ٹس بیرون از بیاں ہے
امیر اک ل

امیر اک ل ایک پل ہے یہاں ہے جھیل مندی اس کے نیچے رواں
گرد و دارا سکھوں کا اک پاس ہے اور بازار بھی ہے یہاں اک کلاں
چشمہ شاہی

چشمہ شاہی ہے نام اس کا ہضم کرنا ہے کام اس کا
بادہ ہو گر نہیں مہر پی لو بھر کر کے جام اس کا
نشاط باغ

نار سری نگر ہی باغ نشاط ہے دیا یہ خاص و عام کو نشاط ہے

تشبیہ دں جو ہر ونگ حورانِ خلد کی تو اسنہ میں یہ ان کے لئے یہ لیساطا ہے
سشالی مار

نور جہاں کا باغ یہی سشالی مار ہے تعمیر کی وجہ زن و شو کا پیار ہے
بادِ صموم کا نہیں ہوتا یہاں گذر فصلِ خزاں میں بھی یہاں لطف بہار ہے

ہر وں جھیل

یاں پر اک جھیل کو موسوم بہ ہر وں دیکھا نیچے اک سوتا سا بہتا ہوا روشن دیکھا
مثل آئینہ کے شفاف تھا اس کا پانی یا کہوں گویا کہ بہتا ہوا درپن دیکھا

پہل گام

پہل گام سچ فخر کشمیر ہے پہاڑوں میں اے آئے یہ میر ہے
لدار اک ندی بہتی ہے پیچ سے روانی میں یہ مثل اک تیر ہے

گل مرگ

سنا ہے کہ گل مرگ ہے لا جواب مرے واسطے یہ رہا مثل خواب
جو پالی فخر ڈاکے کی اپنے گھر بنا دیکھے لوٹا میں پٹنہ شباب
(۱۲۲) رنگیں بہ تخلص اور منشی چمید ن لال نام محلہ مرار پور گیا
میں رہتے تھے شمس العلماء نواب سید ادا امام اثر مرحوم نے اپنے
منشی ملک عبدالکریم مرحوم کے بعد ان کو ملازم رکھا تھا۔ ذی علیہ
خوشگوار صاحب ذوق سلیم تھے۔ نواب صاحب مرحوم کے ہاں روزانہ
صبح کے آٹھ بجے حاضر ہو کر ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد سارا
وقت کتب بینی اور شعر و شاعری میں گزارتے تھے یہ ۱۹۳۲ء کی بات
ہے اس زمانہ کی شاعری کی ابتدا اٹھنی۔ اردو لے علاوہ فارسی کی استعداد

بھی بہت تھی۔ سکندر نامہ، قصاید عرفی، دیوان حافظ، انشائے طاہر
وحید اور دفتر ابوالفضل وغیرہ وغیرہ، منتہی کتب بالاستیعاب پڑھی لکھیں۔
بابو اودھ کشور کشتہ گیا وہی سے مشورہ سخن کرتے تھے نسباً کا بستہ
تھے۔ سانولے اور پست قامت آدمی تھے۔ راقم کو ان کے حالات
مجلس مہربان سید عابد امام زید علی خلاف شمس العلماء نواب سید امداد امام
انور مرحوم سے ملے جس کے لئے راقم ان کا بے حد ممنون ہے اور انہیں
تے رنگیں کے تین شعر بھی لکھ کر دئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں
یہ اشعار خود بتاتے ہیں کہ کس قدر قابل داد ہیں۔

جو ہیں اچھی صورت پہ مر جائیو آہ وہ ہیں نام دنیا میں کر جانے والے
میں نے قسمت کی جو شکایت کی اس میں شکوہ تو آپ کا نہ ہوا
یوں قیامت تک ہے دنیا سلا بھلو گیا میری دنیا ساتھ ہی میرے فنا ہو جائیگی
(۱۲۲) سنی۔ بابو بیچنا تھ سہائے ولد منشی در کا سہائے قوم کہتے
ساکن موضع خواص پور ضلع گیا پیشہ زمینداری و مختار کاری سہن
ولادت تخمیناً ۱۸۹۶ء۔ اردو کے علاوہ انگریزی بھی بخوبی جانتے
تھے خلش گیادی کے تلامذہ میں تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

یدی کرتے ہیں کیوں اہل جہاں نیکی کے بدلے میں

سیب اس کا یہ ہے شاید زمانہ اب خراب کیا

(۱۲۳) بشر۔ تخلص اور بی ڈی مہتا نام۔ زیادہ حال معلوم
نہو سکا۔ واثق دیوری نے رسالہ خیابان میں ان کا یہ شعر شائع کیا تھا۔
نہ چلتی شاخ گل تو آشیانہ اور بن جاتا پھرایا گردن گردن سخن گلستاں ہم سے

(۱۲۳) بہار۔ بابوشیو ناتھ پر شاد ساکن گیا۔ بابو اودھ کشور
کشتہ کے دوستوں میں کتے اور انہیں کے قبض صحبت سے شاعری
کی مشق شروع کی کھتی بعد میں سیاسی تحریک سے دلچسپی لینے لگے
اور شعر گوئی ترک کر دی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

رہے گا ہمدموں جب تک ہمارے دم میں دم باقی
نہیں چھوڑے گا اکدم دامن ہندوستان ہم سے

(۱۲۵) بہار۔ اکھوری شیونندن پر شاد قوم کا بیٹھ۔ اردو
فصلیہ گیا کے اسکول میں پڑھا سٹرکھے۔ خود کو فصیح الملک دارغ دہلوی
کا شاگرد کہتے تھے۔ بذریعہ مراسلت غزل پر اصلاح لے کھتی۔ ان کا
ایک شعر یہ ہے۔

فائدہ خاک جمع زر میں نہیں کچھ نہیں خیر اگر بشر میں نہیں
(۱۲۶) پیر۔ پنڈت مہابیر۔ بتیار چپیارن، ہائی اسکول میں قوی
تھے اردو اور انگریزی بخوبی جانتے تھے۔ اکثر اردو میں شعر کہتے
تھے۔ ایک شعر یہ ہے۔

دی ہے مجھ کو قدرت صانع کا وہ پتا جو شے بنائی ہے مرے پروردگار نے
(۱۲۷) عظیم۔ بابو اودھیا پر شاد دی۔ اے قوم کا بیٹھ۔
فصلیہ گیا کے کسی دیہات کے باشندہ تھے۔ شاعری میں میدھلی زبان
بیاب عظیم آبادی تلمیذ شاد سے اصلاح لینے تھے۔ آریا سماں انشرم
میں ملازمت کر لی کھتی ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پوشاں میں پھاڑ ڈالا گل نے اپنا پیر ہن سیر کو نکلا جو وہ گلگوں قباہ رسات میں

(۱۲۸) پروفیسر شیا م ترائن لال۔ راقم اس فخر بہار شاعر و ادیب کو
یو۔ پی کا باشندہ جانتا تھا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا آبائی
وطن بکسر (صوبہ بہار) ہے۔ غلط فہمی کا سبب یہ تھا کہ ان کے والد ششی
رام چتر لال اور ان کے بھائی جوبلیا اور اعظم گڑھ میں پیشکار اور
سرکاری ملازم تھے وہیں شیا م پڑ پڑتے۔ راقم کے غلط کرم فرما ڈاکٹر
مید احمد حسن پروفیسر بی۔ ان۔ بی کالج بھاگلپور نے یہ امر پروفیسر شیا م
ترائن لال آنجہانی کے صاحبزادوں یعنی بابو کرشن چندر لکچرر انگریزی
مارواڑی کالج بھاگلپور اور بابو ہریش چند لکچرر معاشیات مونگیر کالج
میں تحقیق کر کے راقم کو اطلاع دی۔ ذیل میں جو حالات اور کلام درج
کئے جاتے ہیں وہ بھی پروفیسر شیا م ترائن لال آنجہانی کے صاحبزادوں
سے حاصل کئے گئے ہیں ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ متقدمین شعرا
کی طرح انہوں نے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

پروفیسر شیا م ترائن لال ۲۳ جولائی ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔
۱۹۰۳ء میں بلیا اسکول سے مڈل کا امتحان اس امتیاز سے پاس کیا
کہ پورے صوبہ میں اول آئے اور حکومت کی طرف سے مزید تعلیم کے لئے پانچ
سال تک وظیفہ ملتا رہا۔ ام۔ اے پاس کرنے سے پہلے وہ کاسٹھ پائشالہ
الہ آباد میں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے اور پھر اگرہ کالج میں انگریزی
کے لکچرر مقرر ہوئے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی قائم ہونے پر اس یونیورسٹی
میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بائیس برس تک اس کے والیہ
رہ کر انتقال کیا۔

شعر و ادب کا ذوق فطری تھا اور حافظ بھی بہت فوج تھا۔ قرآن مجید کی اکثر آیتیں، عمر خیام کی رباعیاں، غالب مومن اور ذوق کے اشعار کثرت سے یاد تھے جنہیں وہ اکثر گفتگو میں بر غل استعمال کرتے تھے بارہ برس کی عمر میں وہ اقبال کے کلام سے متعارف ہوئے اور اقبال کی نظموں میں وطن پرستی کے جذبات سے ہمیشہ متاثر رہے۔ پرو فیسر لال تھوٹ بھٹات اور مذہبی تنگ نظری کے سخت مخالف تھے۔ ابتدا میں بنارس یونیورسٹی میں اردو فارسی اور عربی کا شعبہ ہدایا گیا تھا اس لئے ان کی تعلیم بھی انہیں کے سپرد تھی اور کئی سال تک وہ ان اور بیات کی اور آف اسٹنڈیٹ کے صدر رہے اور انگریزی شعبہ کے مصروفیت کے باعث ان شعبوں کے کام بھی پوری دیکھ بھال کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ یونیورسٹی اور غالب پر ان کی تنقیدی تصنیفیں انگریزی اور اردو میں بہت سے کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں طبیعت بہت مدد و پائی تھی۔ اکثر عاقلین طلباء کی امداد کیا کرتے۔ ان کی عمر کے چونتیس سال کی فیکہ پر انتقال کیا۔ اس حادثہ سے وہ بارہ برس تک بے حرکت ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں ۲۰ فروری کو رحلت کی۔ ان کی موت پر پروفیسر لال تھوٹ مالوی نے ان کے صاحبزادے کو تعزیت کا تار دیا اور لہنو میں پروفیسر پرو دالٹو چانسلر راجا جوالہ پرشاد کو ان کے لیے تعزیت کا حکم دیا۔

اب راقم ان کے وہ اشعار نقل کرتا ہے جو ان کے صاحبزادے نے پرو فیسر لال کے صاحبزادے سے دستیاب کر کے دیے ہیں۔

لال کی تصویر کے ساتھ اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں۔ ان اشعار کی نسبت
راقم کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ اشعار خود شاعر کی شاعرانہ
عظمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے تصویر اس تذکرہ
میں شامل نہ ہو سکی۔

آج خود آگئے منانے کو	زندگی مل گئی فسانے کو
گارا ہوں میں غم چھپانے کو	کون سمجھے مرے ترانے کو
شاخ گل ہے نہ آشیانہ ہے	پھر بھی کہتے ہو مسکرانے کو
پھونک کر آشیاں بھی بچھ لیا	کچھ سکوں مل گیا زمانے کو
درد کیوں آج مضمحل سا ہے	کیا تپا مل گیا زمانے کو
مضمحل غزم سے سمجھ لینا	بات کیا رہ گئی بنانے کو
عمر رفتہ نے محکو سمجھا یا	زندگی پائی ہے گنوانے کو
سنجھائے لاکھ ہم سینے میں دل کو	مگر دل پھر بھی بھر آئے تو کیا ہو
وہ سمجھاتے ہیں دیوانے کو لیکن	جو دیوانہ بچل جائے تو کیا ہو
چھپانے کو چھپالوں اپنے آنسو	انہیں کی آنکھ بھر آئے تو کیا ہو
یہ چپکے چپکے تنہائی میں رونا	کوئی ایسے میں آجائے تو کیا ہو
متاع زلیلت اپنا غم ہے لیکن	جو یہ دولت بھی چھن جائے تو کیا ہو
نظر اٹھی ہے میخانہ لئے پھر	جو پیانا چھلک جائے تو کیا ہو
بہاروں میں مری صحرانوردی	طبیعت خود بہل جائے تو کیا ہو
سنانے کو سنا دوں قصہ غم	نہ ان کو گریقیں آئے تو کیا ہو
شب فرقت ہے اور ان کا تصور	سحر چپکے سے آجائے تو کیا ہو

اُمید کر کچھ آنسو تو آنکھوں میں آئے
 کچھ ایسا ہوا کہ برسنے نہ پائے
 مرے آنسوؤں کو عناقہ ہے غم سے
 مسرت کے موتی نہ میں نے لٹائے
 کسی کو مصیبت میں روتے جو دیکھا
 مجھے اپنے دامانِ تم یاد آئے
 مرا غم مرے واسطے زمینِ دل
 جو روتا بھی چاہا تو آنسو نہ آئے
 یہ کیسے بتائیں یہ کیونکر بتائیں
 کہ کیوں ہم کو مدت ہوئی مسکرائے
 وہ وقتِ وداع اسکی آنکھوں میں آنسو
 میں کیونکر بھلاؤں بھلایا نہ جائے
 یہاں تک تو پونجی تڑپ زندگی کی
 اہل مجھ سے خود اپنا دہن پچائے
 میں وہ نامراد محبت ہوں بہم
 ہو نچکر جو منزل پہ منزل نہ پچائے
 مری زندگی بن گئی اک تمنا
 مسرت میں بھی مجھ کو غم یاد آئے
 جسے زندگی میں ہو غم کا سہارا
 زمانے سے غم کو وہ کیسے چھپائے
 آگے تخلص اور بابو اما پتی سہائے نام ساکنِ خلد پان درمہ پٹنہ
 شہر کے روسا میں ہیں۔ ان کے خود نوشتہ حالات تذکرہ یارانِ میکہ
 میں موجود ہیں اسلئے راقم نے کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس کی۔ اس جگہ
 اسی کی نقل مندرج کی جاتی ہے۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسے ایک گہری نیند سے چونکا ہوں پتہ
 کا زمانہ وہ تھا جو گزر گیا اور چونکے کا وہ ہے جو رفتہ رفتہ اس کو کھائے
 جا رہا ہے۔ منظر پر رفتہ رفتہ تاریکی چھائے جا رہی ہے مائوس نظائے غم
 جوتے جا رہے ہیں پرانے اثاثے جاتے ہیں خوشی باقی اگر معدوم نہیں
 تو اتنا کمیاب ضرور ہو گئی ہے کہ بغیر دس کی کیا اپنوں کی آرام کی زندگی محسوس ہو گئی
 ہے مجھے یہ شکایت نہیں کہ مجھے کیوں اب وہ لطف میسر نہیں جو پہلے تھا اگر

اتنا ہی ہوتا تو کچھ گلہ نہ ہوتا۔ گلہ یہ ہے کہ وہ لطف میرے لئے عنقا ہو گیا۔ آں قدح
 شکست و آں ساقی نہ اند کا ماجر اکر رگیا۔ وہ لکھ بچیں نہیں ہیں وہ مشغلے نہیں ہے وہ وضع
 و قطع نہیں ہی وہ ہنسا دے نہیں ہے وہ بولی نہیں رہی حتیٰ کہ شاید وہ آدمی ہی نہیں ہے اتنا
 شہر اجنبی ہو گیا آدمی مراد اگر اس کا دل اس کی پھلیاں و در لستگیاں لی جائیں تو آج کے
 بچے ایک دوسری جگہ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ پرانی ہندوستانی حکایت سنو۔ یہ تھا کہ ایک
 فلمی ریکارڈ سے مجھے چورس اور کھسی سے ذوق تھا۔ اچیں کیرم اور بیگ پونگ میں دست چاب
 کی نہیا نیتیں گھر پر کرتا تھا بالائیاں اور قفلیاں گھر پر جمواتا تھا یہ بولوں میں چلے جاتے
 ہیں اور فریجیڈ سیر دلاتی پھلوں کے ٹن ٹھنڈے کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان چیزوں
 میں بذات خاص لذت نہیں ضرور ہوگی اور اس قسم کی ہوگی جیسی میرے لئے ان کے مد مقابل ملی
 پہلی چیزوں میں بھی مگر میں اس کو کیا کروں کہ مجھے ان کے سامنے وہ بات کہاں میر من کی سی کہاد
 یاد آتی ہے۔ دل میر من کو ہی چاہتا ہے اور میر من ہی کا سو گوار ہے۔ یوں تو کچھ دنوں
 ہاسکورٹ کے دکا خانہ میں نون افروزی کا اتفاق ہوا لیکن اس بالفاظ حضرت شاد جوانی کا
 ایک شہد کہنے اور اسی طرح کا کچھ نام اسی قسم کی آفریدی محسوس دیگر کو بھی یاد ہے جو میری
 ادھیڑ عمر میں بعض طبقے کے لئے تقریباً کو ازما زندگی بن گئے تھے۔ ہاں کالج کے زمانہ میں
 ایک چمکا کتا بول کا لگ گیا تھا وہ اتنا قالم ہے۔ گاہے گاہے ایک آدھ غزل کا بھی اتفاق
 ہو جاتا ہے بغرض کچھ ناول افسانے اور ڈراموں کے دل بہلا کر در کچھ آیتیں کا دکھرا غزلوں میں کہہ کر
 وقت گزار دیتا ہوں اس وقت میری عمر کوئی چوں بچپن کی ہے۔ حال ایک کالی ڈائن کی طرح سننے
 کھڑا ہے ماضی کی یاد کسی کے برق تبسم کی طرح دل میں ترپے ہی ہے۔
 راقم نے ان کا کلام دستیاب کرنے کو مشتاق حسین صاحب ایدو کیٹ سے کہا تھا لیکن معلوم ہوا کہ
 آپ کی بیاض غلا ہو گئی ہے۔ غالباً اسی سبب سے یار ان میکہ میں بھی ان کا کوئی شعر موجود نہیں۔

ممت